اپنے عہد کی سب سے معتبر اور نمائندہ تنظیم

جمعیۃ علماء ہند کا قیام

تصور، تحریک و تاسیس، پس منظر، مشکلات اور حقائق

(قدیم تحریرات و شواہد کے آئینے میں سچی تاریخ)

اختر امام عادل قاسمی

بانی و مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف بہار

دائرۃ المعارف الربانیۃ

جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور بہار

نام کتاب: جمعیۃ علماء ہند کا قیام

نام مصنف: مفتی اختر امام عادل قاسمی

صفحات: ۱۱۳

سن اشاعت:- ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۳ء

ناشر:- دائرۃ المعارف الربانیۃ جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور بہار

قیمت:- ۲۰۰

ملنے کے پتے

☆ مرکزی مکتبہ جامعہ ربانی منوروا شریف، پوسٹ سوہما، ضلع سمستی پور بہار

848207 موبائل نمبر: 9473136822

☆ مکتبہ الامام، سی 212، امام عادل منزل، گراؤنڈ فلور، شاہین باغ، ابو الفضل پارٹ

۲، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی 25 موبائل نمبر: 9934082422

فہرست مندرجات

عرض مؤلف

جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ پر متعدد قیمتی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں درج ذیل کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

۱- تذکرۂ جمعیۃ علماء ہند، مرتبہ حضرت ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ، بلاشبہ یہ جمعیۃ علماء ہند کے ابتدائی دور کی سب سے مکمل اور مستند تاریخ ہے، لیکن حکومت وقت نے اشاعت کے ساتھ ہی اس کو ضبط کر لیا تھا، پھر رفتہ رفتہ یہ نایاب ہو گئی، اب اس کا ایک نسخہ بھی شاید کہیں موجود نہ ہو، اس کے صرف بعض اقتباسات محفوظ رہ گئے ہیں، جو کئی کتابوں میں منقول ہوئے ہیں۔

۲- جمعیۃ علماء کیا ہے؟ حصہ اول و دوم، مرتبہ حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ

۳- جمعیۃ علماء ہند کا تعارف اور خدمات جمعیۃ علماء ہند (صفحات ۱۶) مرتبہ: مولانا سید محمد میاں صاحبؒ، شائع کردہ: جمعیۃ علماء ہند، ۱۹۵۸ء۔

ان دونوں کتابوں کا موضوع جمعیۃ علما ہند کا عمومی تعارف اور اس کی خدمات کا تذکرہ ہے، جمعیۃ کی تحریک و تاسیس کی تاریخ سے ان میں بہت کم بحث کی گئی ہے۔

۴- جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ، مؤلفہ مولانا حفیظ الرحمن واصفؔ خلف الرشید حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب، بلاشبہ یہ کتاب جمعیۃ علماء ہند کے ابتدائی احوال سے بحث کرتی ہے، مگر یہ ایک خاص پس منظر میں لکھی گئی تھی اس لئے تاریخی تقاضوں کی تکمیل نہیں ہو سکی، کئی ضروری اجزاء تذکرہ سے رہ گئے ہیں۔

۵- مختصر تاریخ جمعیۃ علماء ہند، مؤلفہ: مولانا حامد الانصاری غازی، مدیر اخبار مدینہ بجنور، شائع کردہ: شعبۂ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ کا ٹریکٹ ۴۔ یہ سولہ (۱۶) صفحات کا مختصر سا رسالہ ہے جو جمعیۃ علماء ہند کے عمومی تعارف پر لکھا گیا ہے، اور مولانا حامد الانصاری غازی کے خطبۂ استقبالیہ سے مأخوذ ہے، جو انہوں نے جمعیۃ علماء ضلع بجنور کی کانفرنس (منعقدہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ / ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ مطابق ۹، ۱۰، ۱۱ / اپریل

۱۹۴۵ء بمقام دھام پور) میں بحیثیت صدر استقبالیہ پڑھا تھا[1]، اس میں جمعیۃ علماء ہند کے ابتدائی دور کے احوال کلیتاً موجود نہیں ہیں، یہ محض فکری اور دعوتی رنگ کا ایک خطاب ہے۔

٦- تاریخ جمعیۃ علماء ہند، مرتبہ مولانا اسیر ادروی صاحب، شائع کردہ: جمعیۃ علماء ہند، ۱۴۰۳ھ ---یہ جمعیۃ علماء ہند کی سب سے مفصل تاریخ ہے، جلد اول، ۵٦۷ صفحات، جلد دوم ۳۷۲ صفحات (جلد دوم حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے پچیس سالہ دور صدارت کی تاریخ پر مشتمل ہے) لیکن اس کتاب میں بھی جمعیۃ علماء ہند کے ابتدائی ادوار کا محض سرسری تذکرہ ہے، تاریخ کے تمام پہلوؤں سے اس میں بحث نہیں کی گئی ہے، اور نہ مکمل واقعات دیئے گئے ہیں، جمعیۃ کے قیام وتاسیس کے مسئلے کو بھی محض سرسری طور پر بیان کر دیا گیا ہے، مصنف کا عذر ہے کہ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۹ء تک کا رجسٹر کاروائی ریکارڈ میں نہیں ملا، اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حکومت کے خوف سے یا تو کاغذی ریکارڈ محفوظ نہیں کئے گئے یا حکومت کے چھاپوں میں وہ ضائع ہو گئے[2] ظاہر ہے کہ اس سے پہلے (۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۰ء تک) کے حالات بھی اس سے مختلف نہیں تھے، ---البتہ بعد کے واقعات نسبتاً تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

غرض جمعیۃ علماء ہند کے ابتدائی ادوار کی مکمل تاریخ ان میں سے کسی کتاب میں موجود نہیں ہے، میں نے جب حیات ابو المحاسن لکھنی شروع کی تو چونکہ حضرت مولانا سید ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ جمعیۃ علماء کے اہم بانیوں میں تھے، مجھے اس خلا کا شدت سے احساس ہوا، چنانچہ میں نے کافی محنت شاقہ کے بعد قدیم کتابوں اور تحریرات کی روشنی میں جمعیۃ علماء ہند کے قیام وتاسیس اور ابتدائی ادوار کی صحیح تاریخ "حیات ابو المحاسن" میں پیش کرنے کی کوشش کی، اور بڑی حد تک اس خلا کو پر کیا، شاید اس ترتیب سے جمعیۃ کے ابتدائی دور کا اس سے پہلے مطالعہ نہیں کیا گیا، اسی لئے حیات ابو المحاسن کے اس حصہ کو بہت سے علماء نے ایک تاریخی انکشاف قرار دیا، علمی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر اس حصہ کو بعض دوستوں کی رائے کے مطابق الگ کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے، امید ہے کہ یہ تحریر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچے گی، اللہ

----حواشی---

1 - مطبوعہ خطبہ ٹائیٹل سے ماخوذ۔

2 - تاریخ جمعیۃ علماء ہند ص ۱۴ مرتبہ مولانا اسیر ادروی صاحب، شائع کردہ: جمعیۃ علماء ہند، ۱۴۰۳ھ

پاک ہمیں حق سننے اور حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اختر امام عادل قاسمی

جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور بہار

۹/صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۷/اگست ۲۰۲۳ء

تصور، تحریک اور پس منظر

پر آشوب دور

وہ دور ملک وملت کے لئے انتہائی پر آشوب اورنازک تھا، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (ولادت: ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء- وفات: ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)اور شیخ الاسلام حضرت مولاناسید حسین احمد مدنیؒ (ولادت :۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء- وفات: ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء) وغیرہ مالٹامیں قید تھے،اور "علی برادران(مولانا محمد علی جوہرؒ(ولادت: ۱۸۷۸ء / ۱۲۹۶ھ -وفات: ۱۹۳۱ء / ۱۳۵۰ھ) اور مولاناشوکت علیؒ(ولادت: ۱۸۷۳ء / ۱۲۹۰ء-وفات: ۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ)وغیرہ)، مولاناابوالکلام آزادؒ(ولادت: ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء-وفات: ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء)اور بہت سے ہندو مسلم زعماءو قائدین بھی ڈیفنس آف انڈیاایکٹ کے تحت گرفتاراور نظربند تھے، کیونکہ اتحادیوں (انگریز، اٹلی، یونان، امریکا اور فرانس) کی صف سے روس کے نکل جانے کی وجہ سے حکومت برطانیہ کو خطرہ ہوگیاتھا کہ ان کے دشمن ترکوں کو قوت حاصل ہو جائے گی[3]۔

اس طرح مسلمانوں کی زیادہ تر بڑی شخصیتیں جیلوں کے اندر تھیں،اور جولوگ جیل سے باہر تھے وہ بھی خوف کے سائے میں تھے ،یہی دور ہے جب بہار شریف کے معروف وممتاز عالم و مفکر اور ملی رہنما حضرت مولاناابوالمحاسن سید محمد سجاد صاحبؒ(ولادت :صفر ۱۲۹۹ء م دسمبر ۱۸۸۱ء – وفات: ۱۷/ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ م ۱۸ / نومبر ۱۹۴۰ء بروز سوموار)کاجوہر کھل کر سامنے آیا۔

نصب امیر کے لئے جماعت علماء کی ضرورت

مولاناسجادؒ ایک مدت سے غیر اسلامی ہندوستان میں نصب امیر کو مسلمانوں کا ملی فریضہ تصور فرماتے تھے (اس لئے کہ خلافت اسلامی کے زوال اور حکومت اسلامی کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کی حیات اجتماعی وملی کے لئے اس کے سواچارۂ کار نہیں تھا) مگر اس کے لئے علماء کا اتحاد ضروری تھا، امیر کو علماء کی حمایت

----حواشی--

3 - حسن حیات ص ۴۵ مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ ☆ جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۴۶ مرتبہ: مولاناحفیظ الرحمن واصفؔ۔

حاصل نہ ہوتو اس کو مطلوبہ طاقت اور عوامی حمایت حاصل نہیں ہو سکتی تھی، چنانچہ ۱۹۱۷ء (۱۳۳۶ھ) سے قبل ہی مولاناؒ نے جمعیۃ علماء ہند کی تاسیس کا پروگرام بنایا، علماء کو خطوط لکھے، اور ملک کے مختلف حصوں کے دورے کئے، اور اس تعلق سے پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات دیئے۔۔۔۔ ان مراسلات واسفار کے اخراجات آپ کے خصوصی مسترشد اور شہر گیا کی متمول شخصیت مولانا قاضی احمد حسین صاحبؒ نے برداشت کئے تھے، مگر علماء کے مسلکی اور فکری اختلافات کی بنا پر کافی دشواریوں کا سامنا ہوا، مختلف الخیال اور مختلف المشرب علماء کو ایک جگہ جمع کرنا آسان نہیں تھا[4]، علاوہ اکثر علماء سیاست کے نام سے بھی گھبراتے تھے، بعض حلقوں میں تو اس کو شجر ممنوعہ قرار دیا گیا تھا، اور علماء کی شان کے منافی تصور کیا جاتا تھا۔۔۔ مولانا شاہ محمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"مولانا سجاد کی کوششوں اور افہام و تفہیم سے ضرورت تو بہت علماء محسوس کرنے لگے تھے، لیکن قابل عمل نہیں سمجھتے تھے، کئی چھوٹے چھوٹے اجتماعات مختلف مقامات پر ہوتے رہے، لیکن ان میں بجز مفتی کفایت اللہ صاحب کے خود علماء دیوبند بھی شریک نہ ہوئے[5]"

انجمن علماء بہار کی تاسیس

آخر ایک روز حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے قاضی احمد حسین صاحبؒ سے کہا کہ:

"علماء ہند کو جمعیۃ علماء کے قیام پر انشراح نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ گیا میں علماء بہار کا جلسہ بلاؤں"

قاضی صاحب نے اتفاق کیا اور اجلاس کے انعقاد میں اپنا پورا تعاون پیش کیا، چنانچہ ۳۰/ صفر المظفر

---- حواشی ----

4 - خود حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے بھی اپنے ایک مکتوب میں ان رکاوٹوں کی طرف اشارہ کیا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"آخر ان تین سالوں میں انہی مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں میں جمعیۃ علماء قائم ہو گئی، اور وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ اس راہ میں حائل تھا، کس طرح کافور ہو گیا؟ (مکاتیب سجاد ص ۱۳)

5 - حسن حیات ص ۴۴ مرتبہ شاہ محمد عثمانی۔

۱۳۳۶ھ مطابق ۱۵/ دسمبر ۱۹۱۷ء کو مدرسہ انوار العلوم گیا کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر "جمعیۃ علماء بہار" کی بنیاد پڑی، اوراس کا صدر مقام مدرسہ انوار العلوم قرار پایا، اس کا ابتدائی نام "انجمن علماء بہار" رکھا گیا[6]۔

اس کی ضرورت اور مقاصد کی طرف حضرت مولانا سجادؒ نے روئیداد میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

"۳۰/ صفر ۱۳۳۶ھ بوقت شب مدرسہ انوار العلوم میں ان علماء بہار کا جو بتقریب جلسہ سالانہ مدرسہ انوار العلوم (گیا) مجتمع تھے، ایک خاص اجتماع اس غرض سے ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی و ملکی مصائب اور مشکلات حاضرہ کے اسباب اوران کے رفع کرنے کے ذرائع و وسائل پر غور کرے[7]

مولانا عبد الصمد رحمانی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"جمعیۃ کے اغراض ومقاصد میں صرف دو چیز جامع رکھی گئی تھی ایک دعوت اسلامیہ، اور دوسرے حفاظت حقوق ملیہ"[8]

---- حواشی ----

6 - کتاب الفسخ والتفریق ص ۴۳ مصنفہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ ☆ تاریخ امارت ص ۴۳ مرتبہ: مولانا عبد الصمد رحمانی ☆ حسن حیات ص ۴۵ مرتبہ: شاہ محمد عثمانیؒ ☆ حیات سجاد ص ۶۸ مضمون حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین پھلواروی۔

واضح رہے کہ انجمن علماء بہار کی تاریخ تاسیس میں ۳۰/ صفر ۱۳۳۶ھ کی صراحت حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی نے تاریخ امارت میں کی ہے، اوراس کو حضرت مولانا سجادؒ کی تیار کردہ روداد پر محول کیا ہے (جو اوپر کتاب میں نقل کی گئی ہے) انگریزی تاریخ کے لحاظ سے یہ ۱۵/ دسمبر ۱۹۱۷ء بنتا ہے، لیکن مولانا عبد الصمد رحمانی صاحب اور شاہ محمد عثمانی صاحبؒ دونوں بزرگوں نے انگریزی تاریخ اکتوبر ۱۹۱۷ء لکھی ہے، مگر تاریخی تطبیق کے لحاظ سے یہ سہو ہے۔۔۔۔

☆ اسی طرح حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کے خطبۂ صدارت مرادآباد میں جمعیۃ علماء بہار کا سن قیام دن تاریخ کی صراحت کے بغیر ۱۳۳۵ھ لکھا گیا ہے (خطبۂ صدارت ص ۸۲) جو دسمبر ۱۹۱۷ء پر منطبق نہیں ہوتا، اس لئے بظاہر یہ بھی سبقت قلم یا کتابت کی غلطی ہے۔۔۔ اس لئے کہ ایک تو یہ روداد کے خلاف ہے، دوسرے اجمال کے بالمقابل تفصیل زیادہ لائق ترجیح ہوتی ہے۔

☆ آپ کے شاگرد رشید اور علمی وملی تحریکات میں آپ کے معتمد اور جانشین حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب اوگانویؒ نے بھی اپنے مضمون میں بلا تعیین ماہ و تاریخ ۱۳۳۵ھ لکھا ہے (محاسن سجاد ص ۷) ظاہر ہے کہ یہ بھی سبقت قلم ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

7 - تاریخ امارت ص ۴۳، ۴۴ مرتبہ: مولانا عبد الصمد رحمانی۔

8 - تاریخ امارت ص ۴۴ مرتبہ: مولانا عبد الصمد رحمانی۔

اس پس منظر سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد سجادؒ کی "انجمن علماء بہار" محض مقامی مسائل کے لئے اچانک قائم نہیں کردی گئی تھی، بلکہ پورے ملک کے دورے کے بعد ملک گیر مقاصد کے پیش نظر بطور نمونہ قائم کی گئی تھی، جس کا دائرۂ کار سردست صوبۂ بہار تھا، اور قیام کے مقاصد میں ملت کی دینی وسیاسی قیادت، نظام قضا کا قیام اور جمعیۃ علماء ہند اور امارت شرعیہ ہند کے لئے ذہن سازی بھی شامل تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا سجادؒ نے سب سے اول دار القضاء کا نظام اسی انجمن علماء بہار کے ماتحت قائم فرمایا تھا، جس کی شاخیں پورے بہار میں پھیلی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔یوں لغوی مفہوم کے اعتبار سے انجمن، جمعیۃ اور تنظیم سب مترادف الفاظ ہیں۔

ندوۃ العلماء کانپور

بلاشبہ اس سے قبل حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی تحریک پر کانپور میں "ندوۃ العلماء" کے نام سے علماء ہند کی ایک انجمن قائم ہوچکی تھی، جو غالباً اس ملک میں انگریزی تسلط کے بعد علماء کی پہلی انجمن تھی ،ملک میں اس کے کئی پرجوش پروگرام ہوچکے تھے اور اس کے زیر انتظام ایک دارالعلوم بھی لکھنؤ میں جاری ہوچکا تھا، جو اپنی امتیازی خصوصیات کے ساتھ آج تک جاری ہے، لیکن اس انجمن کا مقصد خالص علمی تھا، مسلمانوں کے ملی اور سیاسی مسائل سے اس کو سروکار نہ تھا۔

جمعیۃ الانصار دیوبند

دیوبند میں جمعیۃ الانصار کا قیام بھی انہی کوششوں میں سے ایک تھا، لیکن اس کا نصب العین بھی سیاسی نہیں تھا، بلکہ بہت محدود مقاصد کے لئے قائم کیا گیا تھا، دیوبند میں "ثمرۃ التربیۃ" نامی انجمن ختم ہونے کے بعد یہ جمعیۃ قائم ہوئی تھی ،مولانا حفیظ الرحمن واصفؔ خلف الرشید مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب شاہجہاں پوریؒ کی اطلاع کے مطابق یہ دراصل فضلائے مدرسہ دیوبند کی ایک انجمن تھی، جس کا مقصد مدرسہ کی تعلیمی خدمات کی تشہیر اور مسلمانوں کو مدرسہ کی امداد کی طرف توجہ دلانا تھا، اس کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ تھے، اس کے اغراض ومقاصد خود مولانا سندھیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"جمعیۃ الانصار مدرسہ عربی دیوبند کے فارغ التحصیل طلبہ کی اس مددگار جماعت کا نام ہے جو مخصوص شرائط کی پابند ہوکر مدرسے کی ہمدردی میں ہر طرح پر حصہ لے یا بالفاظ دیگر سرپرستان مدرسہ دیوبند کے دست وبازو بن کر کام کرے، اس جمعیۃ کی غرض مدرسے کے مقاصد کی تائید وحمایت اور اس کے پاک اثر کی ترویج واشاعت ہے، ملکی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس جماعت کے ارکان مدرسہ عالیہ دیوبند کے سابق تعلیم یافتہ حضرات ہیں جن میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ مدرسہ کی تعلیمی، انتظامی اور مالی ترقی میں انتہائی کوشش کرے"[9]

پھر اس کے پہلے اجلاس مرادآباد منعقدہ ۱۵تا۱۷اپریل ۱۹۱۱ء(۱۵/ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ) کی پانچویں نشست میں جو سات(۷) خالص دینی وتعلیمی تجاویز پاس ہوئیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

"ایسے چھوٹے چھوٹے رسائل بکثرت شائع کرنا جن میں عقائد اسلام کی تعلیم فرقہ آریہ کے جوابات اور وفاداریٔ گورنمنٹ کی ہدایات ہوں"[10]

مؤتمر الانصار کا دوسرا اجلاس میرٹھ میں ۶،۷،۸/اپریل ۱۹۱۲ء جمعیۃ الانصار اہل علم وصلاح کی وہ جماعت ہے جس نے دارالعلوم دیوبند کی تکمیل کے ضمن میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات پورا کرنے کا تہیہ کرلیا ہے، الانصار نے اپنے مقصد کی تکمیل کے ذرائع ووسائل میں مشورہ لینے اور مسلمانوں کے مذہبی مقتداؤں کے اتفاق سے مذہبی تعلیم کا راستہ معین کرنے کے لئے ایک سالانہ جلسہ قرار دیا ہے[11]۔

بعد میں غالباً اس میں توسیع کر دی گئی تھی، اور فضلاء دیوبند یا علماء کی کوئی تخصیص باقی نہیں رہی تھی، اور ملت اسلامیہ کی خدمت ونصرت کے لئے ہر شخص کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔۔ لیکن اس کے باوجود اس کی کوششیں زیادہ بارآور نہ ہوسکیں۔ بقول مولانا ابوالکلام آزادؒ:

---- حواشی --

9 -جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ ص۲۷،۲۸بحوالہ ماہنامہ القاسم دیوبند ج۱شمارہ۹۔

10 -جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ ص۲۸بحوالہ ماہنامہ القاسم دیوبند ج۱شمارہ۹۔

11 -جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ ص۲۸بحوالہ ماہنامہ القاسم دیوبند ج۲شمارہ۸ص۳۴۔

"افسوس ہے کہ اس وقت تک کوئی سعی و تدبیر بھی سود مند اور کامیاب نہیں ہوئی"[12]

انجمن علماء بنگال-تعارف اور پس منظر

اسی طرح بنگال میں مولانا منیر الزماں اسلام آبادیؒ[13] نے بھی ایک "انجمن علماء بنگال" قائم کی تھی ، جس کے ایک اجلاس (منعقدہ ۱۱، ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۵، ۲۶ / دسمبر ۱۹۱۷ء) کی صدارت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے کی تھی، اس کا ذکر خود علامہ ندویؒ نے اپنے خطبۂ صدارت کلکتہ میں کیا ہے[14]، لیکن وہ بھی یہ ایک غیر سیاسی، اور محض تبلیغی و اصلاحی نوعیت کی تنظیم تھی، کیوں کہ بنگال میں تشدد پسندوں کی وجہ سے صوبائی حکومت بہت حساس تھی، اور مولانا منیر الزماں اسلام آبادی تھے تو انقلابی قسم کے آدمی، لیکن ان کو اندیشہ تھا کہ سیاست کی شمولیت سے بہت سے علماء اس میں شریک ہونے سے گھبرائیں گے، اسی لئے انہوں نے انجمن کے مقاصد تبلیغ و اصلاح تک محدود رکھے تھے[15]۔

علاوہ یہ انجمن عیسائی مشنریوں کے حملوں کے دفاع میں قائم ہوئی تھی، اس لئے بھی اس کے مقاصد مذہبی اور دعوتی حدود سے متجاوز نہیں ہو سکے[16]۔

حضرت مولانا سجادؒ نے اپنے خطبۂ صدارت (مرادآباد) میں اس انجمن کا ذکر کیا ہے اور اس کے قیام کے پس منظر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، مولاناؒ کے مطابق انجمن علماء بنگال کے قیام کا پس منظر اس مذہبی ارتداد کا خاتمہ تھا جو عیسائی مشنریوں نے بنگال میں پھیلا رکھا تھا، جب کہ انجمن علماء بہار ایک جامع المقاصد تنظیم کے طور پر قائم ہوئی تھی، اس کے قیام کے مقاصد میں ملت کی دینی و سیاسی قیادت، نظام قضا کا قیام، جمعیۃ علماء ہند اور امارت شرعیہ ہند کے لئے زمین کی تیاری بھی شامل تھی، اور اس کے پس منظر میں علمی زوال اور

---- حواشی --

12 - خطبات آزاد ص ۱۰۴ ناشر: ارشد بک سیلرز علامہ اقبال روڈ میر پور آزاد کشمیر۔

13 - آپ چاٹگام کے باشندے تھے، بڑے پرجوش انقلابی تھے، تحریک پاکستان کے سخت مخالف تھے، اس لئے پاکستان بننے کے بعد وطن نہیں گئے، کلکتہ میں ہی انتقال فرمایا، اخیر وقت تک قومی و ملی کام کرتے رہے (جمعیۃ علماء پر قومی تبصرہ ص ۱۱۸، ۱۱۹) باقی احوال کا علم نہ ہو سکا۔

14 - خطبۂ صدارت اجلاس عام جمعیۃ علماء ہند کلکتہ ص ا علامہ سید سلیمان ندویؒ۔

15 - حسن حیات ص ۴۴ مرتبہ: شاہ محمد عثمانیؒ۔

16 - خطبۂ صدارت حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجادؒ بموقعہ اجلاس جمعیۃ علماء مرادآباد ص ۸۲۔

مذہبی فتنوں کے علاوہ وہ خونریز جنگیں بھی تھیں جو ملک وبیرون ملک اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف لڑی جارہی تھیں، حضرت ابوالمحاسنؒ کے الفاظ میں:

"بنگال میں عیسائی مشنریوں کے حملہ نے علماء بنگال کو متنبہ کیا، کہ وہ جمعیۃ علماء بنگالہ قائم کریں، اور پھر اس کے بعد اندرون ہند وبیرون ہند کے محاربۂ عظیمہ کو دیکھتے ہوئے علماء بہار کو تنبہ ہوا، لہٰذا انہوں نے ۱۳۳۵ھ میں انتظامی زندگی کے تمام مقاصد کو پیش نظر رکھ کر جمعیۃ علماء بہار قائم کی"[17]۔

اسی لئے انجمن علماء بنگال کا دائرۂ کار بہت محدود رہا اور رفتہ رفتہ وہ بے اثر ہو کر ختم ہوگئی، بعد میں مولانا منیر الزماں اسلام آبادیؒ حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کے ساتھ جمعیۃ علماء ہند کی کل ہند تحریک میں شامل ہوگئے اور اس کے بانی قائدین میں شمار کئے گئے۔

----حواشی---

17 ۔خطبۂ صدارت حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجادؒ بموقعہ اجلاس جمعیۃ علماء مرادآباد ص ۸۲۔

جمعیۃ علماء بہار-خدمات اور سر گرمیاں

جمعیۃ علماء بہار-جمعیۃ علماء ہند کی خشت اولین

غرض حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے جس دور میں "جمعیۃ علماء بہار" کی داغ بیل ڈالی وہ پورے ہندوستان میں اپنی فکر ونوعیت اوراغراض ومقاصد کے لحاظ سے پہلی "جمعیۃ علماء" تھی، جس کو فکری اور عملی دونوں اعتبار سے جمعیۃ علماء ہند کی خشت اول کہنازیادہ مناسب ہے، جمعیۃ علماء ہند کی تعمیر اسی نقش اول کی روشنی میں ہوئی ہے۔

یہ اسی جمعیۃ علماء ہند کی سنگ بنیاد تھی جس کاخواب مولاناابوالکلام آزادؒ الہلال کے اجراء(۱۹۱۱ء) کے وقت ہی سے دیکھ رہے تھے،اور جس کو جمعیۃ علماء ہند کے تیسرے اجلاس عام (لاہور) کے خطبۂ صدارت میں انہوں نے "عالم اسلامی کا پہلا اجتماع علماء" قرار دیا تھا، دیکھئے خطبۂ صدارت لاہور میں ان کی تصویر درد:

> "آپ کی یہ مقدس ومبارک جمعیۃ العلماء جس مقصد کی جستجو میں منعقد ہوئی ہے میں آپ کو یقین دلاناچاہتاہوں، کہ یہ وہی یوسف مقصود ہے جس کے فراق میں ۱۹۱۱ء سے مسلسل وااسفاعلیٰ یوسف کی فغاں سنجی کر رہاہوں،اور جس کے لئے میں نے الہلال مرحوم کے صفحوں کو کبھی اپنے چشم خونیں کے آنسوؤں سے رنگاہے،اور کبھی اس کے سوادوحروف کے اوپر اپنے دل وجگر کے ٹکڑے بچھادیئے ہیں،۱۹۱۱ء سے لے کر آج تک یہ مقصد میرے دل کی تمناؤں اورآرزوؤں کامطلوب اور میری روح کی عشق وشیفتگی کامحبوب رہاہے،خداکی کوئی صبح مجھ پر ایسی طلوع نہیں ہوئی اس مقصد کی طلب سے میرادل خالی ہواہو،اور کوئی شام مجھ پر ایسی نہیں گذری،جب میں نے اس کی تمنامیں اپنے بستر غم واندوہ پر بے قراری کی کروٹیں نہ بدلی ہوں میں نے اپنی آزادی کی تمام فرصت اسی کے عشق میں بسر کی،اور نظر بندی وقید کے چار (۴)سال اسی کے فراق میں کاٹے۔
>
> پس اے بزرگان ملت!اگر آج علماء امت کی یہ نہضت مبارکہ جمعیۃ العلماء کی شکل

میں طالع و نظر افروز ہوئی ہے تو مجھے کہنے دیجئے کہ یہ میرے دہ سالہ سوالوں کا جواب ہے، میری تمناؤں اور آرزوؤں کا ظہور ہے، میری فریادوں اور التجاؤں کی قبولیت ہے ، میرے لئے ماتشتہیہ الانفس وما تلذ الاعین اوریقیناً میری امیدوں کے قدیم خواب کی تعبیر ہےھذاتاویل رویای من قبل قدجعلھاربی حقا۔

کار زلف تست مشک افشنی اماعاشقاں

مصلحت را تہمت بر آہوئے چیں بستہ اند

حضرات !یقیناً میں نے یہ عرض کرنے میں آپ تمام مجمع علم وبصیرت کے آراء ومعتقدات کی ترجمانی کی ہے کہ جمعیۃ العلماء کے اعمال دعوت کے لئے قاعدۂ اساسی یہی مسلک ہے اسی مقصد کو سامنے رکھ کروہ موجودہ عہد غربت اسلام میں منصب نیابت وشہادت حق کے فرائض انجام دینے کے لئے مستعد کار ہوئی ہے اور بلاخوف رد کہا جاسکتا ہے کہ مسلک اصلاح دینی کی بناپر عالم اسلامی کا یہ سب سے پہلا اجتماع علماء ہے جو اس وسعت واتحاد اور جمعیۃ اقوام کے ساتھ مجتمع ہوا ہے، جو کام اس وقت تک تمام بلاد اسلامیہ کی طلب وسعی سے بروئے کار نہ آسکا اور جس کی توفیق موجودہ عہد کی اسلامی حکومتوں کو بھی نہ ملی، اور تمام مصلحین عہد اس کی تمنائیں اپنے ساتھ لے گئے، آج وہ آپ کی سعی وہمت سے فعل ووجود تک پہونچ چکا ہے اور عمل واقدام کی شاہراہ آپ کے آگے باز ہے"[18]

خود حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے بھی بہار کے علماء ومشائخ کے نام اپنے ایک مکتوب میں اس بات کا ذکر کیا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"غالباً آپ کو معلوم ہو گا جس زمانہ میں جمعیۃ علماء بہار جن اغراض ومقاصد کو لے

----حواشی--

18 ۔خطبات آزاد (مولانا ابوالکلام آزاد) ص ۱۰۶ تا ۱۰۸۔

کر قائم ہوئی وہ سر زمین ہند میں اس جہت سے پہلی جمعیۃ تھی ،اس وقت علماء کرام
اس اقدام سے گھبراتے تھے حتیٰ کہ خود ہمارے صوبہ کے بہتیرے علماء پس وپیش
میں مبتلا تھے مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اقدام وجرأت کا کیا نتیجہ برآمد ہوا، کہ
آخر اس تین سال میں انہی مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں میں جمعیۃ علماء قائم
ہو گئی"[19]۔

حضرت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ جو ان دنوں خانقاہ رحمانی مونگیر میں مصروف خدمت تھے، جب حضرت ابوالمحاسن مولانا سجاد صاحبؒ اس فکر کو لے کر مونگیر تشریف لے گئے تھے، تو اس منظر کے عینی شاہد تھے، اور پھر خانقاہ رحمانی کی طرف سے جمعیۃ علماء بہار کے پہلے اجلاس میں شریک بھی ہوئے تھے، ان کا بیان ہے کہ:

"ابھی (مونگیر میں مولانا گیلانیؒ کے قیام کو) چند مہینے ہوئے تھے، کہ وہی استھاواں
کا الکن خطیب مونگیر اسی غرض سے آیا ہوا تھا کہ علماء کی منتشر اور پراگندہ جماعت
کو ایک نقطہ پر خاص سیاسی خیالات کے ساتھ جمع کیا جائے، اس وقت تک دلی کی جمعیۃ
العلماء کا خواب بھی نہ دیکھا گیا تھا، طے ہوا کہ صوبۂ بہار کے علماء کو پہلے ایک نقطہ
پر متحد کیا جائے پھر بتدریج اس کا دائرہ بڑھایا جائے"[20]

اور ایک بڑی عینی شہادت امیر شریعت ثانی حضرت مولانا شاہ محی الدین پھلواروی ؒ کی ہے جن کے ساتھ عرصۂ دراز تک حضرت مولانا سجادؒ کو کام کرنے کا موقعہ ملا، اور جو سفر وحضر میں بھی حضرت مولاناؒ کے رفیق رہے، شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"جمعیۃ علماء ہند کے قیام کے لئے ہندوستان کے اکثر صوبوں میں سفر کرکے علماء میں اس کی
تبلیغ کی، اور لوگوں کو آمادہ کیا، لیکن عمل کی طرف پہلا قدم مولاناؒ کا تھا، اور پہلا

----حواشی--

19 - مکاتیب سجاد ص ۱۳ جمع وترتیب مولانا محمد ضمان اللہ ندیمؒ، شائع کردہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۹۹۹ء۔

20 - حیات سجاد ص ۵۱ ارتسامات گیلانیہ۔

اجلاس ہندوستان میں جمعیۃ کا بنام انجمن علماء بہار شہر بہار میں بزمانۂ عرس حضرت مخدوم الملک ؒ منعقد ہوا، اس کے بعد جمعیۃ علماء ہند قائم ہوئی، اور اس کے بعد مختلف صوبوں میں شاخیں قائم ہوئیں، اور پھر علماء نے مستعد ہو کر کام شروع کر دیا، اور الحمد للہ کہ آج ہندوستان کے ہر صوبہ میں جمعیۃ علماء قائم ہے"[21]۔

انجمن علماء بہار کا پہلا اجلاس – روئیداد اور کاروائیاں

قیام انجمن کے بعد حضرت مولانا سجادؒ نے اس کو عملی صورت دینے کے لئے باقاعدہ ایک اجلاس عام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے مسلمانوں کے مشہور تاریخی شہر بہار شریف کا انتخاب فرمایا، حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد منیری قدس سرہ کے عرس کی مناسبت سے ۵،۶/ شوال ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۴، ۱۵/ جولائی ۱۹۱۸ء کی تاریخ طے کی گئی، حضرت مولاناؒ کی خواہش کے مطابق جناب سید محمد قاسم صاحبؒ متولی صغریٰ وقف اسٹیٹ بہار شریف نے مدرسہ عزیزیہ بہار شریف[22] میں جلسہ کرنے کی اجازت دی، استقبالیہ کمیٹی کے صدر آپ کے تلمیذ ارشد مولانا اصغر حسین بہاریؒ مقرر ہوئے، اس کے بعد صوبۂ بہار

----حواشی---

21 - حیات سجاد ص ۶۸،۶۹ مضمون حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین پھلواروی ؒ۔

22 - بہار شریف کا مشہور دینی مدرسہ جو ایک زمانہ میں ملک کے اہم مدارس میں شمار کیا جاتا تھا، قابل اساتذہ وہاں ہوتے تھے، طلبہ کی بڑی تعداد یہاں رہتی تھی، مولانا مسعود عالم ندوی بھی اس مدرسہ کے طالب علم رہ چکے ہیں، حضرت مولانا سجادؒ کو اس مدرسہ سے خصوصی تعلق تھا، صغریٰ وقف اسٹیٹ کے تحت اس مدرسہ کا نام صغری مرحومہ کے شوہر عبد العزیز صاحب بن فضل امام (متوفی ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء) کی نسبت سے مدرسہ عزیزیہ رکھا گیا، اس کا قیام ۱۸۹۲ء (۱۳۱۰ھ) میں عمل میں آیا، مولانا مبارک کریم صاحب اس کے پہلے صدر مدرس ہوئے، حضرت مولانا فخر الدین صاحب سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب سابق مفتی دار العلوم دیوبند، مولانا محمد ناظم ندوی شیخ الادب دار العلوم ندوۃ العلماء واستاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ و شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بھاول پور اور اس طرح کے بہت سے ممتاز اہل علم نے اس مدرسہ سے استفادہ کیا ہے۔۔ پہلے اس کی عمارت صغری مرحومہ کی قیام گاہ سے قریب ہی محلہ لہیری میں تھی، صغری مرحومہ کے مکان پر اب وقف اسٹیٹ کا دفتر ہے اور سابقہ عمارتِ مدرسہ میں جو مولانا گیلانیؒ کے بقول فسادات کا شکار ہوگئی تھی اب فیضان العلوم اسکول قائم ہے۔ مدرسہ کی موجودہ عمارت کی تعمیر کے بعد بھی کچھ سالوں تک قدیم عمارت طلبہ کے دار الاقامہ کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ موجودہ عمارت محلہ مرار پور میں شاہی مسجد سے متصل ہے (مفکر اسلام حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ ص ۶۶،۶۷ مرتبہ: مولانا طلحہ نعمت ندوی استھانوی – حاشیہ)

کے تمام ہی مقتدر علماء ومشائخ اور دینی اداروں کو دعوت نامے ارسال کئے گئے، طوطیٔ ہندوستان حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی رح[23] اس پہلے اجلاس کے صدر قرار پائے۔

----حواشی---

[23] -شاہ سلیمان پھلواروی رح اپنے وقت کے مشہور عالم وبزرگ اور واعظ تھے، والد کا نام داؤد اور دادا کا نام واعظ اللہ تھا، آپ کا آبائی وطن گھگٹہ ضلع سارن ہے، آپ کی پیدائش ۱۰/ محرم الحرام ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۰/ اگست ۱۸۵۹ء کو پھلواری شریف میں اپنے نانابزرگوار شیخ اصطفا بن وعداللہ العمری کے گھر میں ہوئی، اور نانیہال میں ہی ابتدائی نشوونما پائی، ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کی، پھر لکھنؤ تشریف لے گئے اور علامہ عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی رح کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے اور ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) میں درسیات کی تکمیل کی، فن طب میں میزان الطب، طب اکبر اور نفیسی بھی علامہ ہی سے پڑھیں، اور حمیات قانون، سدیدی وغیرہ حکیم عبدالعزیز صاحب دریاآبادی، اور حکیم مرزا مظہر حسین خان بن حکیم مسیح الدولۃ سے پڑھی، پھر دہلی جاکر شیخ محدث نذیر حسین دہلوی رح سے سند حدیث حاصل کی، شیخ احمد علی سہارن پوری رح سے بھی اجازت حدیث لی، علم باطن اپنے بہنوئی شیخ علی حبیب جعفری پھلواروی رح سے حاصل کیا، حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی رح سے بھی کسب فیض کیا، اور اجازت حدیث بھی لی، اس کے بعد سفر حجاز کیا، اور حج وزیارت سے مشرف ہوئے، اس دوران حرمین شریفین کے مشائخ سے بھی استفادہ کیا، بالخصوص حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رح سے بیعت واجازت حاصل کی۔

ابتدا میں آپ پر حدیث کا غلبہ تھا، اور تقلید کی طرف رجحان نہیں رکھتے تھے، جیسا کہ حضرت محدث دہلوی رح کی کتاب "معیار الحق" پر آپ کی تقریظ سے اندازہ ہوتا ہے، پھر تصوف کی طرف میلان ہوا اور صوفیانہ اعمال واشغال کے علاوہ عرس وسماع، اور قیام ومیلاد وغیرہ کے دلدادہ ہوگئے، اور آخر تک اسی مشرب کے حامل رہے، لیکن وسیع المشرب تھے، اور طبیعت میں اعتدال تھا۔

شاہ صاحب رح وعظ وخطابت کے شہنشاہ تھے، مجمع کو رلانا اور ہنسانا ان کی چٹکیوں کا کھیل تھا، زبان میں بے پناہ تاثیر تھی، جملے اور فقرے فصاحت وبلاغت سے بھرپور ہوتے تھے، عربی زبان وادب پر بھی پوری دسترس حاصل تھی، مثنوی معنوی کے اشعار بڑے اثر انگیز ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے، جلسوں اور کانفرنسوں کے روح رواں تھے، ملک میں آپ کے پایہ کے چند ہی مقررین تھے، ندوہ تحریک میں پیش پیش رہے، ندوہ کے متعدد اجلاس کی صدارت بھی فرمائی، آپ کی تقاریر سے اس دور کی تمام تحریکات نے فائدہ اٹھایا، کئی تحریکات کی آپ نے سرپرستی بھی فرمائی، سرسید کی تعلیمی تحریک کے زبردست معاون اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے روح رواں تھے، قدیم علماء اور صوفیہ کے خانوادے سے پہلی اور مؤثر آواز آپ ہی کی تھی، جس نے تعلیمی تحریک کو قوت بخشی، اس کے علاوہ انجمن اسلامیہ پٹنہ، انجمن مؤید الاسلام لکھنؤ، اور انجمن خدام الحرمین لکھنؤ کے بھی سرپرست اور روح رواں تھے، بے حد ذہین اور حاضر جواب تھے، آپ کے علم و فضل کا اعتراف آپ کے تمام معاصرین نے کیا ہے، محسن الملک اور وقار الملک جیسی شخصیتوں نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا، بہت سی کتابوں کے آپ مصنف ہیں مثلاً: ☆ شجرۃ السعادۃ وسلسلۃ الکرامۃ (فارسی) ☆ آداب الناصحین ☆ ذکر الحبیب ☆ شرح القصیدۃ الغوثیۃ ☆ شرح الحدیث المسلسل بالاولیۃ (عربی) ☆ صلاح الدارین فی برکات الحرمین ☆ صیانۃ الاحباب عن اہانۃ الاصحاب ☆ عین التوحید (عربی) ☆ شمس المعارف (مجموعۂ مقالات بزبان عربی، تین جلدوں میں) ☆ مجموعۂ کلام (بزبان عربی وفارسی) ☆ رسالہ فیوریہ (بخار کے اسباب وعلاج، ☆ مجربات سلیمانی وغیرہ ۔۔۔ وفات ۲۷/ صفر المظفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱/ مئی ۱۹۳۵ء کو ہوئی، اور سنگی مسجد کے صحن میں آسودۂ

اکثر علمی اور ملی حلقوں میں اس دعوت کو پذیرائی ملی، مقررہ تاریخ پر یہ اجلاس نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مدرسہ عزیزیہ کے وسیع وعریض صحن میں منعقد ہوا جس میں ہر مکتب فکر کے علماء کی نمائندگی شامل تھی، تقریباً پچاس (۵۰) ممتاز علماء وصوفیاء و قائدین ملت نے شرکت کی، علاوہ عوام وخواص کا ایک جم غفیر تھا جو حد نگاہ پھیلے ہوئے شامیانوں کے اندر اور باہر پھیلا ہوا تھا، شاید غلام ہندوستان میں حضرت مخدومؒ کے شہر بہار شریف کی سرزمین پر ایسا اجتماع پہلی بار دیکھنے کو ملا تھا، حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی ؒ اپنے صاحبزادے شاہ حسین میاں صاحبؒ کے ساتھ تشریف لائے، اور مسماۃ بی بی صغریٰ مرحومہ وقف اسٹیٹ [24] کے مکان میں جلوہ افروز ہوئے، اس اجلاس میں شاہ حسین میاں صاحبؒ نے اپنی پر سوز آواز

خواب ہوئے، آپ کی خانقاہ خانقاہ سلیمانیہ کے نام سے مشہور ہے، آپ کی مفصل سوانح حیات "خاتم سلیمانی" کے نام سے شائع ہو چکی ہے، (الاعلام بمن فی الھند من الاعلام ج ۸ ص ۱۲۳۹، ۱۲۳۸ مؤلفہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ ☆ تذکرۂ علماء ہندوستان مع تحشیہ ڈاکٹر خوشتر نورانی ص ۶۷۷، ۵۷۷ ☆ تاریخ اطباء بہار ج ا ص ۱۰، ۱۱ مؤلفہ حکیم اسرار الحق صاحب)

24- صغری وقف اسٹیٹ بہار شریف میں بہت بڑی وقف کی جائیداد ہے، اس کی واقفہ بی بی صغری بنت مولوی عبد الصمدؒ ایک بڑی عابدہ، زاہدہ، اور مخیرہ خاتون تھیں، ہندوستان میں ایسی اولوالعزم اور مخیر خواتین کم پیدا ہوئی ہیں، بہار میں ان کی داد و دہش اور فیاضیوں کی بڑی شہرت تھی، بے شمار اہل حاجت اور طلبہ ان کی فیاضیوں سے مستفید ہوئے، اور آج تک ہو رہے ہیں، وہ موضع ہسوری ضلع مونگیر موجودہ ضلع شیخ پورہ) کے ایک شریف خاندان میں پیدا ہوئیں، ان کی شادی موضع ہسوری ہی کے ایک امیر کبیر گھرانے میں مولوی عبد العزیز صاحب سے ہوئی، ان کے بطن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کی شادی موضع ڈیاواں کے ایک معزز خاندان میں ہوئی، لیکن وہ ماں کی حیات ہی میں رحلت کر گئیں، بی بی صغریٰ شوہر کے انتقال کے بعد ایک بڑی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی مالک ہوئیں، انہوں نے ۱۸۹۶ء (۱۳۱۳ھ) میں اپنی تمام جائیدادیں جو ضلع پٹنہ، گیا، مونگیر، مظفر پور اور در بھنگہ وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھیں، اور جن کی آمدنی ایک لاکھ بیس ہزار روپئے (آج کے لحاظ سے کروڑوں) سالانہ کے قریب تھی، حسبتاً للہ تعلیمی خدمات اور اہل حاجت کی امداد کے لئے وقف کر دیں، اور اس کا ایک نظام مقرر کیا، اور شرائط کی تفصیلات طے کر دیں، اپنی زندگی میں خود بحیثیت متولیہ انتظام کرتی رہیں، وقف نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عقیدتاً اہل سنت والجماعت میں سے تھیں، اور صوفیائے کرام سے خاص عقیدت رکھتی تھیں، ان کا قیام بہار شریف کے محلہ لہیری میں تھا، وہیں ۱۷/ مارچ ۱۹۰۹ء (۲۴/ صفر المظفر ۱۳۲۷ھ) کو وفات پائی، وقت رحلت ان کی عمر سو (۱۰۰) سال سے متجاوز بتائی جاتی ہے، بہار شریف کی شاہی جامع مسجد (محلہ پل پر) کے احاطہ میں اپنے شوہر کے مزار کے پہلو میں مدفون ہوئیں، اور دونوں کے مزار کے سرہانے مولانا مبارک کریم (سابق سپر ٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار متوفی ۱۹۵۵ء) کے اشعار تاریخ وفات لوح پر کندہ ہیں۔ لوح مزار کے مطابق انہیں جائیداد وقف کرنے کا مشورہ ان کے داماد علی احمد صاحب نے دیا تھا جن کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا، ان کی زندگی میں ان کے نائب خاندان گوہری کے رئیس شیخ موسی تھے جو ان کی وفات کے بعد اسٹیٹ کے پہلے متولی ہوئے، کتبہ کے اشعار میں خاندان گوہری لکھا

اور دلگداز ترنم کے ساتھ ایسی نظمیں پڑھیں کہ مجمع پر بے خودی طاری ہوگئی، عرصۂ دراز تک لوگ اس صدا ئے دلنواز کی بازگشت فراموش نہیں کر سکے[25]۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مطالبۂ رہائی کی تجویز

حضرت شاہ سلیمان پھلواروی اس اجلاس میں کلیدی شخصیت کے حامل تھے، مجلس قائمہ میں تجاویز کی منظوری کے وقت ان کو بعض جزئیات سے اختلاف ہوا (بقول علامہ گیلانیؒ) غالباً حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی رہائی کے مطالبہ کی تجویز سے ان کو اتفاق نہیں تھا (جو ان دنوں مالٹا میں قید تھے)۔

لیکن اس کا سبب کوئی مسلکی اختلاف نہیں بلکہ حکومت وقت کا خوف تھا، دراصل حضرت شیخ الہندؒ حکومت برطانیہ کے نزدیک انتہائی خطرناک مجرمین میں شمار کئے جاتے تھے، ان پر ملک سے بغاوت

گیا ہے، مولانا علامہ شمس الحق عظیم آبادی ڈیانوی کے خاندان کو بھی ان کے جد اعلی شیخ گوہر علی کے نام پر خاندان گوہری کہا جاتا ہے، عجب نہیں کہ اسی خاندان سے ان کا تعلق ہو۔

بی بی صاحبہ کا سانحۂ ارتحال پورے صوبۂ بہار کے لئے ایک بڑا المناک واقعہ تھا، تمام اردو اور انگریزی اخبارات میں اس سانحہ کی خبر جلی سرخیوں میں شائع ہوئی، اور لوگوں نے بڑے رنج و غم کے ساتھ اس حادثہ کو پڑھا، ان کی وفات پر ایک شاعر نے یہ قطعات تاریخ کہے تھے:

صغریٰ چو کرد رحلت سال رحیل ہاتف — گفت از سر قیامت قد قامت القیامت

صغریٰ زجہاں رفت کہ ہاتف سن فوتش — گفت از سر جاں باالم آثار قیامت (۱۳۲۷ھ)

رفت صغریٰ بباغ خلد از دہر — محسنہ بعد مریم وزہرا

از سر وپائے حزن ہاتف گفت — سال رحلت قیامت صغریٰ (۱۹۰۹ء)

آج بھی جب کہ ان کے انتقال پر ایک صدی سے زیادہ کی مدت بیت چکی ہے، یہ چشمۂ خیر جاری ہے، کئی مدرسے، مسجدیں اور کالجز اس کی آمدنی سے چل رہے ہیں، اور کتنے ہی غرباء اور مساکین اس سے مستفید ہو رہے ہیں (تذکرہ نسوان ہند ص ۷۷ تا ۷۹ مؤلفہ: فصیح الدین بلخی، مطبوعہ شمسی پریس پٹنہ ☆ نیز بعض معلومات لوح مزار پر کندہ اشعار سے ماخوذ ہیں)

[25] ۔محاسن سجاد ص ۲۵، ۲۴ مضمون مولانا اصغر حسین بہاریؒ صدر مجلس استقبالیہ اجلاس اول جمعیۃ علماء بہار ☆ وحیات سجاد ص ۵۱ مضمون علامہ مناظر احسن گیلانیؒ شریک اجلاس بحیثیت نمائندہ خانقاہ رحمانی مونگیر ☆ تاریخ امارت شرعیہ ص ۴۳ مرتبہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ۔

اور غداری کا الزام تھا، ان کا نام لینا بھی اس وقت جرم عظیم تصور کیا جاتا تھا، اسی لئے کسی بڑی سے بڑی سیاسی پارٹی نے بھی اب تک یہ جرأت نہیں کی تھی کہ ان کا نام لے کر رہائی کا مطالبہ کرے، یہاں تک کہ خود کانگریس حضرت شیخ الہندؒ جس کے حامی تھے، اس نے بھی اپنی تجاویز میں حضرتؒ کا نام لینے سے گریز کیا تھا[26]۔۔۔

شاہ صاحبؒ انتہائی اخلاص کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ پہلے ہی اجلاس میں کسی خطرناک تجویز کو شامل کرنا جمعیۃ کے مفاد میں نہ ہوگا، ابھی تنظیم کا نقطۂ آغاز ہے، یہ ایک ننھی سی کلی ہے، خدانخواستہ کھلنے سے پہلے ہی کچل نہ دی جائے۔

لیکن حضرت مولانا سجادؒ کی نگاہ بہت دور رس تھی، وہ اس تجویز کو ہر حال میں شامل کرنا چاہتے تھے، اس لئے کہ حضرت شیخ الہندؒ ہندوستان کی نہایت قد آور شخصیت کے مالک تھے، علم حدیث میں ان کا پایہ بے حد بلند تھا، ان کی عظمت کا مشاہدہ انہوں نے دیوبند میں پڑھنے کے زمانے میں کیا تھا، ملک میں ان کے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں معتقدین موجود تھے، ان کی رہائی کے مطالبہ کو نظر انداز کرنا پورے حلقۂ دیوبند کی حمایت سے محروم رہنے کے مترادف تھا۔

مگر شاہ صاحبؒ کو بھی اپنی رائے پر اصرار تھا، آخر اچانک عین وقت پر اجلاس کی صدارت سے

۔۔۔۔حواشی۔۔۔

26 ۔ حسن حیات ص ۴۵ و ص ۵۰ (حاشیہ) مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ۔

حضرت شیخ الہندؒ پر الزام کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے غیر تو غیر اپنوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی تھی، اس ضمن میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی کتاب "نقش حیات" کا یہ اقتباس بے حد عبرت انگیز ہے:

> "ایک وہ زمانہ تھا کہ نہ صرف اجانب بلکہ تلامذہ، مریدین اور عزیز و اقارب کو بھی یقین تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کو پھانسی دے دی جائے گی، ورنہ کم از کم حبس دوام اور عبور دریائے شور کی سزا پائیں گے اس لئے مریدوں اور شاگردوں تک نے نہ صرف تعلق ارادت اور شاگردی سے انکار کر دیا تھا، بلکہ تعارف سے بھی منکر ہوگئے تھے، خاص خاص لوگ نہ صرف مکان پر آتے ہوئے گھبراتے تھے بلکہ اس محلہ اور کوچہ میں بھی نہیں گذرتے تھے جہاں حضرت کا دولت خانہ تھا اور حضرت کے لئے تحقیر اور ملامت کے الفاظ استعمال کرتے تھے"

(نقش حیات—خود نوشت سوانح حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ج ۲ ص ۶۵۷ مطبوعہ کراچی)

معذرت کر دی، اور معاملہ نازک صورت حال اختیار کر گیا، مولانا گیلانیؒ کا بیان ہے کہ:

"ہم لوگ حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کی رفاقت میں شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یاد ہے اس وقت کا فقرہ اس لئے ذکر کر دیا، علماء اس وقت تک حکومت مسلطہ سے کس درجہ خوف زدہ کر دیئے گئے تھے، شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی تم لوگوں کو کیا، آزاد ہو جو چاہو کہو لیکن اولڈھم (شاید پٹنہ کے کسی انگریز کمشنر کا نام تھا) کی گرم نگاہوں کا مقابلہ تو مجھے کرنا پڑتا ہے، مگر ہم لوگوں کی منت وسماجت سے شاہ صاحبؒ راضی ہو گئے، جلسہ میں تشریف لائے اور خطبۂ صدارت بجائے تحریر کے تقریر کے ذریعہ سے پڑھا گیا، خاکسار کے شباب کا زمانہ تھا، جوش وخروش میں خوب دھواں دھار تقریریں کی گئیں[27]"

جلسہ بہت کامیاب رہا، حضرت مولانا سجادؒ نے روداد میں اس اجلاس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"انجمن علماء بہار کے پہلے اجلاس کی تاریخ ۵، ۶ / شوال ۱۳۳۶ھ مقرر کی گئی تھی، اخبارات میں کئی ہفتے پہلے سے اطلاع شائع ہو چکی تھی، پھر مطبوعہ خطوط اور اشتہارات کے ذریعہ صوبہ بہار واڑیسہ کے علماء کرام کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی ، قصبۂ بہار میں اجلاس اول کے انعقاد کا انتظام کیا گیا تھا، مدرسہ عزیزیہ کے وسیع احاطہ میں شامیانہ نصب کیا گیا تھا، حاضرین کی نشست کے لئے شامیانہ کے نیچے تخت بچھائے گئے تھے ، جو بالکل سادگی مگر خوبصورتی کے ساتھ فرش وفروش سے آراستہ کئے گئے تھے، متعدد کمرے اور ایک طویل و عریض ہال علماء کرام کے قیام وآرام کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے، حاضرین کی معقول تعداد سے جگہ معمور ہو جایا کرتی تھی"[28]

----حواشی--

27 - حیات سجاد ص ۵۱، ۵۲ مضمون علامہ مناظر احسن گیلانیؒ شریک اجلاس بحیثیت نمائندہ خانقاہ رحمانی مونگیر۔

28 - تاریخ امارت ص ۴۶، ۴۷۔

علماء اور مہمانوں کی پر تکلف ضیافت کا انتظام وقف اسٹیٹ کی جانب سے کیا گیا تھا[29]۔

منظور شدہ تجاویز

اس اجلاس میں کل انیس (۱۹) تجویزیں منظور کی گئیں، ابتدائی چھ نمبرات تک کی تجاویز مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نے تاریخ امارت میں نقل کی ہیں جن سے اس اجلاس کی معنویت اور ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے، تاریخ امارت ہی سے یہ تجاویز پیش ہیں:

"۱-انجمن علماء بہار نہایت زور کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ بہار کا طبقۂ علماء اپنے مناصب کا احساس کرتے ہوئے جمیع فرائض منصبی کے ادا کے لئے ہمہ تن آمادہ و تیار ہو جائیں، بالخصوص امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قدرتی منصب پر بلا خوف و بلا لحاظ لومۃ لائم کھڑا ہو جائے، اور اظہار صداقت میں کسی خطرہ کی پرواہ نہ کرے۔

۲-یہ انجمن ایک قومی بیت المال کے قیام کی تحریک پیش کرتی ہے، جس کی آمدنی دوامی چندہ علماء و غیر علماء اور عام عطیات وغیرہ سے حاصل ہو، اور تکمیل مقاصد انجمن علماء بہار اور دیگر مذہبی و قومی ضرورتوں میں صرف ہو۔

۳-یہ انجمن تجویز کرتی ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی پاک زندگانی ہمیشہ باامن اور بے لوث رہی ہے، ان کی نظر بندی سے علماء بہار کو سخت بے چینی ہے، اور حکومت ہند سے چاہتی ہے کہ ان کی آزادی سے تمام مسلمانوں کو مستفید ہونے کا موقعہ دیا جائے۔

۴-انجمن علماء بہار اعلان کرتی ہے کہ اضحیہ بقر شعائر اسلام و سنت نبویہ ہے، یہ ہمیشہ حسب دستور برقرار و جاری رہے گی، اور مواضعات میں مخالفین اسلام کے دباؤ سے ترک اضحیہ بقر پر جو مصالحت کی گئی ہے، وہ بالکل باطل اور ناجائز ہے، اور ایسے عقد مصالحت کا نقض واجب ہے۔

----حواشی--

[29] -حیات سجاد ص ۵۲ مضمون علامہ مناظر احسن گیلانیؒ شریک اجلاس بحیثیت نمائندہ خانقاہ رحمانی مونگیر۔

۵-مولاناابوالکلام، مسٹر محمد علی، مسٹر شوکت علی، ودیگر نظر بندان اسلام کی آزادگی کے بھی ہم لوگ متمنی ہیں، اوراپنے سیاسی اور بالخصوص جدید اصلاحات ہند پر غور وفکر کرنے کے لئے ان کی آزادی بے حد ضروری خیال کرتے ہیں۔

۶-یہ انجمن متولیان اوقاف صوبہ بہار سے جائداد موقوفہ کے وقف نامہ کی نقل طلب کرتی ہے اور پھر متولیوں سے دریافت کرتی ہے کہ اس کا عمل درآمد ٹھیک ہے یانہیں؟"[30]

ان کے علاوہ اور بھی کئی اہم تجاویز منظور ہوئیں[31]۔

ان تجاویز پر تبصرہ کرتے ہوئے مولاناعبدالصمد رحمانی صاحب رقمطراز ہیں:

"ان چند تجاویز کی ہمہ گیری ،اس کالب ولہجہ ،اس کاوزن، معاملات پر نظر، دین و سیاست کا کھلا امتزاج، بیت المال کا قیام، ایسے تمام مواد سے یہ اندازہ کیاجاسکتا ہے کہ فکر ونظر کی خلوت گاہ میں مولاناابوالمحاسن محمد سجاد کامفکر دماغ کیاکچھ سوچ رہاتھا، اور کس طرح قدرت نے اس نئے دور کے اندر تجدیدی خدمات کے لئے تیار کیاتھا، نیز یہ کہ آئینی دور کا یہ امام کن جذبات کولے کر میدان عمل میں اتراتھا اور کیا تمنائیں تھیں جواس کے پہلو میں تڑپ رہی تھیں"[32]

انجمن علماء بہار کادوسرااجلاس

انجمن علماء بہار کادوسراسالانہ اجلاس نسبتاًزیادہ بڑے پیمانہ پر پھلواری شریف پٹنہ میں ۲۵/ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۴/ مئی ۱۹۲۰ء کومنعقد ہوا، جس کو حضرت شاہ سلیمان پھلوارویؒ کی راست سرپرستی حاصل رہی، اس میں ہندوستان کے مشہور خطیب مولانا آزاد سبحانیؒ (متوفیٰ ۲۴/جون ۱۹۵۷ءم ذی

---حواشی---

30 - تاریخ امارت ص ۴۷،۴۸۔

31 - حسن حیات ص ۴۵ مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ۔

32 - تاریخ امارت ص ۴۷،۴۸۔

الحجہ ۱۳۳۷ھ)[33] بھی تشریف لائے، مولانا سبحانیؒ کی سحر انگیز خطابت نے حاضرین میں نیا جوش وولولہ بھر دیا ، جلسہ نہایت کامیاب رہا اور کوئی شبہ نہیں کہ اس کامیابی میں حضرت شاہ سلیمان پھلواروی ؒ کی دلچسپی کا بڑا حصہ تھا[34]۔

تجویز دارالقضاء

اس اجلاس میں بھی کئی اہم تجاویز منظور کی گئیں، جن میں ایک اہم تجویز نمبر ۵ دارالقضاء کے قیام سے متعلق تھی، جو حسب ذیل الفاظ میں باتفاق رائے منظور ہوئی:

"یہ جلسہ انجمن علماء بہار تجویز کرتا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی مالی ومذہبی نزاعات کے انفصال کے لئے صوبۂ بہار کے تمام اضلاع اور قصبات میں دارالقضا قائم کیا جائے جس کے قاضی کا انتخاب منجانب ارکان انجمن علماء بہار ہو اور تمام علماء ومشائخ کو چاہئے کہ اپنے حلقہ میں تمام مسلمانوں اور مریدوں کو نہایت شدت کے ساتھ ہدایت کریں کہ وہ اس دارالقضاء کی طرف رجوع کریں"۔

پھر اس اجلاس کے جلسۂ انتظامیہ میں یہ تفصیلی تجویز منظور کی گئی:

"ارکان انتظامیہ کی یہ مجلس تجویز کرتی ہے کہ حسب تجویز نمبر ۵ اجلاس دوئم منعقدہ ۲۵ / شعبان ۱۳۳۸ھ ایک دارالقضاء پھلواری شریف میں قائم کیا جائے، جس کے قاضی جناب مولانا نورالحسن صاحب ہوں، اور ایک دارالقضاء پٹنہ میں قائم کیا جائے ، جس کے قاضی جناب مولانا شاہ حبیب الحق صاحب ہوں، اور ایک دارالقضاء بانکی پور میں قائم کیا جائے، جس کے قاضی مولانا اعتماد حسین صاحب ہوں، اور ایک

----حواشی--

33 ۔اصل نام مولانا عبد القادر تھا، مگر آزاد سبحانی کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کا وطن سکندر پور ضلع بلیا ہے، یہیں آپ کی ولادت ہوئی، لیکن ساری زندگی کانپور میں گذری، مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس تھے، اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین اور شعلہ بیان خطیب تھے، سیاسی پلیٹ فارموں پر ان کی گھن گرج مشہور تھی، اخیر زندگی میں گورکھپور میں قیام رہا اور یہیں ۲۴ / جون ۱۹۵۷ء (۲۶ / ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ) میں وفات ہوئی (تذکرۂ مشاہیر ہند کاروان رفتہ ص ۵۶،۵۵ مؤلفہ مولانا محمد اسیر ادروی ☆ جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۱۲۳)

34 ۔محاسن سجاد ص ۲۵ مضمون مولانا اصغر حسین بہاریؒ۔ ☆ کتاب الفسخ والتفریق ص ۴۳ مصنفہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ۔

دارالقضاء مونگیر میں قائم کیا جائے، جس کے قاضی مولانا محمد عمر صاحب ہوں، اور ایک دارالقضاء سہسرام میں قائم کیا جائے جس کے قاضی مولانا فرخند علی صاحب ہوں، اور ایک دارالقضاء آرہ میں قائم کیا جائے جس کے قاضی جناب مولانا عبدالوہاب صاحب ہوں"[35]

حواشی

35 - کتاب الفسخ والتفریق ص ۴۳، ۴۵، ۴۴ مصنفہ مولانا عبدالصمد رحمانیؒ۔

بہار جمعیۃ سے کل ہند جمعیۃ کی طرف-اقدامات اور مساعی

حضرت مولانا سجاد صاحب ؒ جمعیۃ کو صرف بہار کی حد تک محدود رکھنا نہیں چاہتے تھے، بہار میں عملی نمونہ اس لئے قائم کیا گیا کہ ملک کے دوسرے حصوں کے لئے باعث ترغیب ہو، وہ اس فکر کی دعوت کئی سال پیشتر سے علماء ہند کو خطوط کے ذریعہ دے رہے تھے، بلکہ اس کے لئے انہوں نے ہندوستان کے اکثر صوبوں کا دورہ بھی کیا تھا، اور اپنی فکر، پس منظر اور آنے والے ہندوستان میں اس کی ضرورت واہمیت کے دلائل بھی پیش کئے تھے، جس کے زیر اثر علماء کی ایک خاصی تعداد فکری طور پر مولاناؒ کی ہم نوا ہو چکی تھی، لیکن بعض جماعتی اور وقتی مفادات و مصالح ان کو آگے بڑھنے سے روکتے تھے، بہار میں جمعیۃ علماء کے قیام اور اس کے مثبت اثرات کے مشاہدے کے بعد ملک میں ایک نئی ہلچل محسوس کی جانے لگی، اور جو علماء خطوط اور ملاقاتوں کے ذریعہ مولاناؒ کے ہم خیال ہو چکے تھے وہ بھی اس دائرہ کو وسیع کرنے کی ضرورت محسوس کرنے لگے ،۔۔۔۔چنانچہ حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے جمعیۃ علماء بہار کے پہلے اجلاس کے بعد ہی پھر مختلف صوبوں کے مقتدر علماء کو خطوط اور زبانی پیغامات کے ذریعہ سلسلہ جنبانی شروع کی، بنگال (چاٹ گام) میں مولانا منیر الزماں اسلام آبادیؒ (جو پہلے سے بھی اس کا عملی تجربہ رکھتے تھے)، پنجاب میں مولانا ثناء اللہ امر تسری، کلکتہ میں مولانا محمد اکرم خان ایڈیٹر روزنامہ آزاد بنگلہ اور لکھنؤ میں حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ وغیرہ سب سے دوبارہ روابط قائم کئے اور خطوط لکھے، تقریباً سب ہی لوگوں نے اتفاق رائے کا اظہار کیا، ان میں سب سے اہم ترین شخصیت حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کی تھی، ہندوستان میں اس وقت انہی کی ایک شخصیت تھی، جو ہر مکتب فکر و نظر کے علماء اور مشائخ کے لئے مرکز اتفاق بن سکتی تھی، مولانا فرنگی محلیؒ ایک جامع النسبت اور جامع الکمالات شخصیت کے مالک تھے۔

حضرت مولانا عبد الباریؒ کو پیش قدمی کی دعوت

حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے حضرت مولانا عبد الباری صاحبؒ کو بھی ایک خط لکھا تھا، اور وہ مولانا سجادؒ کے خیالات سے متفق تھے، لیکن اب تک ان کا کوئی تحریری جواب موصول نہیں ہوا تھا، اس لئے مولاناؒ کو سخت اضطراب تھا، مولانا کا خیال تھا کہ ملکی سطح پر اگر مولانا فرنگی محلیؒ اس تحریک میں پیش قدمی کریں

توجمعیۃ علماء ہند کے لئے راہ آسان ہو جائے گی، اور اس کے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔۔۔اسی زمانہ کی بات ہے کہ:

"قاضی احمد حسین صاحبؒ کسی غرض سے لکھنؤ جارہے تھے، مولانا سجاد صاحب نے ان سے کہا کہ وہ مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ سے مل کر تبادلۂ خیال کریں، اور جمعیۃ علماء ہند کے قیام کے لئے آگے بڑھنے پر ان کو آمادہ کریں، مولاناؒ نے قاضی صاحب کو بتایا کہ میں نے ان کو اس سلسلے میں ایک خط بھی لکھا ہے، قاضی صاحب لکھنؤ سے واپس ہوئے تو انہوں نے مولانا کو رپورٹ دی، کہ مولانا عبد الباری صاحبؒ بھی ذہنی طور پر بالکل تیار ہیں، اور خود بھی جمعیۃ علماء ہند کے قیام کے لئے بے چین ہیں، لیکن ان کو ڈر ہے کہ تمام علماء کا اتفاق ممکن نہ ہو گا، قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! تمام علماء کس زمانے میں کسی بات پر متفق ہوئے ہیں، اگر سب متفق ہو جاتے تو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی الگ الگ مسلک کیوں بنتے؟ شیعہ سنی محاذ کیوں کھلتے؟ بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کی صفیں کیوں بنتیں؟ ابتدائے تاریخ اسلام سے اختلافات تو ہوتے رہے ہیں، اور مکمل اتفاق کبھی نہیں ہوا، اگر اختلافات کو بنیاد بنا کر کچھ نہ کرنے کا فیصلہ کیا جائے، تو مسلمانوں کا کوئی کام ہی نہیں ہو گا، اور نہ سابق میں کبھی ہو سکتا تھا، اس کا حل تو یہی ہے کہ جتنے لوگ ساتھ دے سکیں ان کو ساتھ لیا جائے"

قاضی صاحب کی مدلل گفتگو سے حضرت مولانا عبد الباری صاحبؒ بالکل مطمئن ہو گئے، اور ان کی تائید سے حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کی مشکلات آسان ہو گئیں، غالباً اس کے بعد ہی مولانا عبد الباری صاحب نے مولانا سجاد صاحب کو ایک خط تحریر فرمایا، جس میں جمعیۃ علماء ہند کے قیام سے اتفاق کرتے ہوئے مقام اجلاس نیز داعیان کی فہرست میں مولانا سجادؒ کا نام شامل کرنے کی اجازت وغیرہ چند امور کے بارے میں انہوں نے مولانا سجاد صاحبؒ سے مشورہ طلب کیا تھا۔

مولانا سجادؒ کا خط مولانا عبد الباریؒ کے نام

اس خط کے جواب میں حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے ان کو درج ذیل خط تحریر فرمایا:

"از دفتر انجمن علماء بہار بمکان مدرسہ انوار العلوم شہر گیا مورخہ ۱۵/ جمادی الاولیٰ

۷ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۶ / فروری ۱۹۱۹ء۔

تجویز اجتماع علماء ہند نہایت اہم اور ضروری تجویز ہے، بلاریب ایسا ہی ہونا چاہئے، اور اظہار صداقت میں کسی تردد کو سامنے نہ آنے دینا چاہئے عرصہ ہوا کہ ایک مرتبہ اسی کے متعلق جناب سے بذریعہ عریضہ میں نے عرض بھی کیا تھا مگر اب تو اس وقت سے بڑھ کر حالت نازک ہوگئی ہے غرض میں نہایت صدق دل سے خوشی کے ساتھ لبیک کہتا ہوں، اور اجازت دیتا ہوں کہ اس ناچیز کا نام داعی کی فہرست میں درج فرمالیں، لیکن مقام جلسہ بلحاظ وسط لکھنؤ زیادہ مناسب ہے تاکہ علماء بنگالہ کو بھی شرکت میں سہولت ہو اگر وائسرائے بہادر کا قیام جلسے تک دہلی میں ہو تو وفد کے فوری پیش ہونے کے لحاظ سے دہلی انسب ہے (از یادداشت مخطوطہ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ)[36]۔

داعیان کی فہرست میں مولانا سجادؒ کا نام شامل کرنے کی اجازت لینا تحریک میں مولانا سجادؒ کے کلیدی کردار کی علامت ہے، خود مولانا عبد الباری صاحبؒ کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ مولانا سجادؒ ہندوستان میں اس فکر کے اولین داعی ہیں، جمعیۃ علماء بہار کے قیام (۱۹۱۷ء) سے قبل ہی مولانا سجادؒ نے علماء اور مشائخ کو اپنے خطوط اور اسفار کے ذریعہ اس جانب توجہ دلائی تھی، پھر مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے اس جانب عملی پیش رفت بھی کردی تھی، یہ تمام چیزیں مولانا فرنگی محلیؒ کے علم میں تھیں، اس لئے جب انہوں نے اس جانب عملی اقدامات کا ارادہ کیا تو اس فکر کے اولین داعی ونقیب سے مراجعت فرمائی، اور ان کا نام داعیان کی فہرست میں شامل کرنا ضروری سمجھا۔

نیز حضرت مولانا سجادؒ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا عبد الباریؒ کے اقدام وتحریک سے بہت پیشتر ہی حضرت مولانا سجادؒ نے ان کو اس تحریک کی دعوت دی تھی -- علاوہ دیگر علماء کو بھی

----حواشی--

[36] - جمعیۃ علماء کا تاریخی تبصرہ ص ۷۴، ۷۳☆حسن حیات ص ۴۷، ۴۶۔ البتہ حسن حیات میں تاریخی تطبیق میں شاید سہو ہوا ہے، ۵/ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ کو مطابق ۱۹۱۷ء لکھا گیا ہے، جو درست نہیں یہ مطابق ۱۹۱۹ء ہوتا ہے۔

آپ نے لکھا ہو گا- اور مولانا عبد الباری صاحب کا یہ اقدام دراصل اسی کا عملی جواب تھا۔

مقام اجلاس کے بارے میں مولانا سجادؒ کی رائے

حضرت مولانا سجادؒ کے خط میں جس وائسرائے بہادر کا ذکر ہے، اس سے مراد غالباً لارڈ مانٹیگو چیمسفورڈ کی شخصیت ہے، جو ۱۹۱۸ء میں ہندوستان آیا تھا[37]، اور اس کا قیام شاید ۱۹۱۹ء تک ہندوستان میں رہا، مولانا عبد الباریؒ نے غالباً لکھا تھا کہ قیام جمعیۃ کے بعد بصورت وفد وائسرائے سے ملاقات بھی مفید ہو گی، اسی لئے مولانا سجادؒ نے مقام اجلاس کے بارے میں دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اپنی رائے پیش کی کہ:-

> "لوگوں کی شرکت اور نمائندگی کے لحاظ سے لکھنؤ مفید ہے اور اگر وائسرائے سے فوری ملاقات ضروری ہو تو پھر دہلی زیادہ مناسب ہے"

علماء دیوبند کی حمایت کا حصول- حضرت ابو المحاسنؒ کی بڑی حکمت عملی

دوسری جانب انجمن علماء بہار کے پہلے ہی اجلاس میں حضرت شیخ الہندؒ کی تجویز رہائی کی منظوری سے علماء دیوبند کا حلقہ بھی حضرت مولانا سجادؒ سے قریب ہو گیا تھا، بلکہ ان میں قیام جمعیۃ کے تعلق سے یگونہ غیرت پیدا ہو گئی تھی، اس باب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کا نام سب سے آگے ہے ، وہ اس فکر کے سب سے بڑے مؤید تھے، بلکہ اپنے متعلقین کی ایک ٹیم اس کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے ، تاکہ اس پلیٹ فارم سے پوری قوت کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی کا مطالبہ کیا جاسکے، جیسا کہ حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے:

> "حضرت مفتی صاحب نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ میں علماء سے ملوں اور ایک مشاورتی اجتماع کی دعوت دے دوں، حضرت مفتی صاحب مولانا عبد الباری اور مولانا ثناء اللہ کو اس معاملہ میں اپنا ہم خیال بنا چکے تھے کہ علماء کو علٰحدہ اپنی تنظیم قائم کرنی چاہئے اور ایک وسیع تر جماعت بنانی چاہئے مفتی صاحب کی یہ رائے اس وقت سے تھی، جب کہ وہ ۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ الہندؒ کے حالات پر ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے اس

----حواشی--

37 - حسن حیات ص ۷۴ ☆ جمعیۃ علماء کا تاریخی تبصرہ ص ۳۷۔

کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی اوران کے رفقاء کی بے گناہی ظاہر ہوجائے اور گورنمنٹ پر یہ واضح ہوجائے کہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت کی کس قدر عظمت وعقیدت ہے اوران کی نظر بندی سے کس قدر مضطرب ہیں، لہٰذا حکومت ان کو رہا کرکے مسلمانوں کے مجروح جذبات کے لئے تسکین کا سامان بہم پہونچائے، مفتی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت کی رہائی کے لئے علماء کی طرف سے متفقہ مطالبہ ہونا چاہئے اور ایسی ہی ضروریات کے لئے تمام علماء کو اپنی علٰحدہ تنظیم قائم کرنی چاہئے، یہ خیال ۱۹۱۸ء سے مفتی صاحب کے دماغ میں موجزن تھا اور اکثر احباب سے اس کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے[38]۔

اس بیان سے ایک طرف حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی کے تعلق سے علماء دیوبند کی حساسیت اور اضطراب کا اندازہ ہوتا ہے، دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ علماء دیوبند میں اس فکر کے اولین نقیب حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تھے، اوران کے ذہن میں یہ خیال ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوا۔۔۔۔

اس سے حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کی گہری بصیرت اور دوراندیشی کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند کی اس بے چینی کو قبل از وقت محسوس کیا، اوراس کو اپنی جماعتی حکمت عملی کا حصہ بنایا۔

مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے ذہن میں علماء کی تنظیم کا خیال ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوا، جبکہ حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے قیام جمعیۃ کی عملی کوششیں ۱۹۱۷ء سے قبل ہی شروع کردی تھیں، علماء ہند کو دعوت فکر بھی دی تھی اوراس کا عملی نمونہ بھی بہار میں قائم کردیا تھا، بلکہ حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی کی تجویز بھی جمعیۃ علماء بہار کے پہلے اجلاس (۱۹۱۷ء) ہی میں انہوں نے منظور کرالی تھی، جب کہ حلقۂ دیوبند میں اس کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔۔۔۔اس سے حضرت مولانا سجادؒ کی سابقیت کا پتہ چلتا ہے۔۔۔۔

حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے بیان سے ایک بات اور بھی صاف ہوجاتی ہے کہ حضرت مفتی

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

38 ۔حسن حیات ص ۵۰،۴۹، مولانا شاہ محمد عثمانی ☆"جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ" ص ۵۰،۵۱ مرتبہ: مولانا حفیظ الرحمن واصف۔

کفایت اللہ صاحبؒ کے ذہن میں جس جمعیۃ علماء کا تصور تھا وہ حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی جیسے مقصد تک محدود تھا ، جب کہ حضرت مولانا سجادؒ نے جس جمعیۃ کی تحریک و تاسیس کی تھی وہ اسیر ان فرنگ کی رہائی کے علاوہ وسیع البنیان مقاصد پر مبنی تھی، چنانچہ جب جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل ہوئی تو وہ انہی خطوط پر ہوئی جو حضرت مولانا سجادؒ نے پہلے ہی کھینچ دیئے تھے ، اس سے حضرت مولانا سجادؒ کی فکری جامعیت و سابقیت اور جمعیۃ علماء ہند کے اصل سر چشمۂ فکر کا سراغ ملتا ہے۔

لکھنؤ میں تحریک جمعیۃ کا پہلا مشاورتی اجلاس

غرض پورے ملک میں جمعیۃ علماء ہند کے لئے ماحول سازی اور زمین کی تیاری میں حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کے بنیادی اور اولین کردار کا انکار نہیں کیا جاسکتا ، ان کے ذہن میں جمعیۃ علماء کا ایک مکمل خاکہ موجود تھا، جس میں رنگ بھرنے کے لئے علماء کے اتحاد کی ضرورت تھی، اور اس کے لئے کسی جامع اور معتدل شخصیت کی انہیں تلاش تھی، جو حضرت مولانا عبد الباری صاحبؒ کی صورت میں انہیں مل گئی، چنانچہ مولانا عبد الباری صاحب نے انجمن مؤید الاسلام لکھنؤ کی جانب سے ہندوستان کے ممتاز اور معروف علماء ومشائخ کے نام دعوت نامہ جاری فرمایا اور حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کے مشورہ کے مطابق شرکاء کی سہولت کے پیش نظر مقام اجلاس لکھنؤ مقرر کیا گیا[39]، یہ ملکی سطح پر اس سلسلہ کا پہلا باقاعدہ اجلاس تھا، اس

----حواشی--

[39]۔ مولانا حفیظ الرحمن واصف اور جناب شاہ محمد عثمانی صاحبان نے مولانا عبد الباری صاحبؒ کا ایک خط (مرقومہ ۲/ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ مطابق ۴/ فروری ۱۹۱۹ء) بنام ڈاکٹر انصاری صاحب نقل کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقام اجلاس کے لئے مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کی رائے دہلی کی تھی، چنانچہ مولانا عبد الباری صاحب نے ڈاکٹر انصاریؒ کو مشورہ کے لئے خط تحریر فرمایا: خط کی عبارت درج ذیل ہے:

"۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ مطابق ۴/ فروری ۱۹۱۹ء

مکرمی دام مجدہ　　　　　　السلام علیکم

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مجھے لکھا ہے کہ موجودہ حالت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ علماء کا ایک خاص اجلاس دہلی میں ہو جس میں ہم لوگ اور علماء دیوبند اور دیگر علماء بھی شریک ہوں، تاکہ نہایت خلوص اور اتحاد سے اس وقت مناسب رائے مسلمانوں کے لئے قائم کی جائے ایسے وقت جلسے کا انعقاد تو شاید دشوار ہو مگر مفید ضرور ہوگا، میں نے ان کو لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو میں لکھتا ہوں، میرے نزدیک کوئی معتدل

میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ، مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ،اور مولانا عبد القادر بدایونی صاحبؒ وغیرہ ہر مکتب فکر کے مشاہیر علماء واعیان تشریف لائے، شیعہ علماء بھی شریک ہوئے، حضرت مولانا سجاد صاحبؒ اس پروگرام کے داعیوں میں تھے، جیسا کہ مولانا سجاد صاحب کے مذکورہ بالا خط کے حوالے سے اوپر ذکر کیا گیا[40]

مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ مرکز اتفاق قرار پائے

اس اجلاس میں ایک ناخوشگوار بات یہ پیش آئی کہ فروعی اور جماعتی اختلافات کو لیکر صدر جلسہ کے انتخاب میں تھوڑی تلخی پیدا ہوگئی، دیوبندی علماء بریلوی کی صدارت کو اور بریلوی علماء دیوبندی کی صدارت کو منظور کرنے پر آمادہ نہ تھے، بالآخر مولانا ثناء اللہ امر تسری اور مولانا عبد القادر بدایونیؒ وغیرہ نے خود مولانا عبد الباری صاحبؒ سے صدارت قبول کرنے کی درخواست کی ، مولاناؒ نے اپنے داعی ہونے کا عذر پیش کیا، لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ اگر آپ صدارت قبول نہ کریں گے تو اندیشہ ہے کہ جلسہ ناکام ہو جائے ، غرض کافی اصرار کے بعد آپ نے صدارت قبول فرمائی، پھر جلسہ ہوا، اور کئی اہم مسائل پر بات ہوئی، لیکن جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل نہ ہوسکی[41]۔

دہلی کی عظیم الشان خلافت کانفرنس اور جمعیۃ علماء ہند کی تاسیس

لکھنؤ کے اس اجلاس میں گو کہ جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل نہ ہوسکی ، لیکن اس نے ملک میں جمعیۃ کے لئے ماحول بنانے میں بڑا کردار ادا کیا، حضرت مولانا عبد الباری صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ وغیرہ اب بھی پر امید تھے، حسن اتفاق ۲۹ / صفر المظفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۳ / نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں جشن صلح کے موقعہ پر خلافت کانفرنس ہونے والی تھی، جس میں ہر مکتب فکر و نظر کے افراد بڑی تعداد میں شریک ہو رہے تھے، مولانا عبد الباری صاحبؒ اور مولانا محمد سجاد صاحبؒ تحریک خلافت کے بنیادی لوگوں میں تھے

رائے کا شخص اگر ایسا جلسہ تجویز کرلے تو امید ہے کہ علماء شریک ہونگے، ورنہ دشواری سے خالی نہیں ہے، جیسا مناسب ہو اطلاع کیجئے" (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۷۳ و حسن حیات ص ۴۸)

40 - حسن حیات ص ۴۷۔

41 - جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۷۲ بروایت مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلیؒ ☆ علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ص ۲۰۷ مرتبہ مولانا محمد میاں صاحب۔

ان حضرات نے فیصلہ کیا کہ اس موقعہ پر الگ سے کوئی نشست کر کے جمعیۃ علماء ہند کی عملی تشکیل کی کوشش کی جائے گی۔

۲۳/ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کمیٹی کی پہلی کانفرنس زیر صدارت شیر بنگال جناب فضل الحق صاحب منعقد ہوئی، اس اجلاس میں اس قدر ہجوم تھا کہ چاندنی چوک سے جامع مسجد تک کا راستہ طے کرنے میں دو گھنٹے صرف ہو جاتے تھے، اجلاس میں تمام صوبوں سے صرف خلافت کمیٹی کے قائم مقام حضرات شریک ہوئے تھے، اس میں گاندھی جی اور کئی غیر مسلم قائدین نے بھی شرکت کی تھی، یہ ہندو مسلم اتحاد کا شاندار مظاہرہ تھا، چنانچہ یہ تحریک خلافت بعد میں تحریک آزادی میں تبدیل ہو گئی[42]۔

درگاہ حضرت حسن رسول نماؒ پر چند علماء امت کا خفیہ اجتماع

اس کانفرنس میں بہار سے صوبائی ذمہ دار کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد سجادؒ بھی شریک ہوئے، کانفرنس کے اختتام پر چند مخصوص علماء کا خفیہ اجتماع بوقت صبح دہلی کے مشہور بزرگ سید حسن رسول نماؒ[43] کی

---- حواشی --

42 ۔تحریک خلافت ص ۱۰۳ مرتبہ: قاضی عدیل عباسی۔

43 ۔حضرت سید حسن رسول نما قادری اویسیؒ بارہویں صدی ہجری کے مایہ ناز بزرگ فقیر صوفی بزرگ ہیں۔ آپ صوبہ ہریانہ کے ایک گاوں نارنول میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام جو آپ کی سوانح عمری میں درج ہے "سید کاظم نجفی الاخوندی" ہے، آپ کے والد گرامی کا نام نامی حضرت سید اسعد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے، آپ کا شجرۂ نسب ۳۱/ اکتیس واسطوں سے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔ آپ حسنی والحسینی سید ہیں۔ حضرت امام نقی ہادی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت جعفر الذکی رحمۃ اللہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ حضرت سلطان الفقراء حضور موسی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ اویسیہ جاری فرمایا۔ آپ کے خاندان میں یہی طریقہ جاری وساری ہے۔ آپ کا سلسلۂ طریقت چھ (٦) واسطوں سے حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے ملتا ہے (آزاد دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا بحوالہ "فوائح العرفان سوانح سید حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ" باب اول)

آپ اولیاء کبار میں سے تھے، آپ کا لقب "رسول نما" اس لئے پڑا کہ آپ کو دربار رسالت میں ایسا تقرب حاصل تھا کہ آپ جس کو چاہتے تھے حضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف کرا دیتے تھے، ۱۱۰۳ھ (۱۶۹۱ء) میں آپ کا وصال ہوا، قطب روڈ پہاڑ گنج سے ذرا آگے آپ کا مزار مہبط انوار الٰہی ہے، آپ کے مزار کے سرہانے سنگ مرمر کی تختی پر بخط نسخ یہ شعر کندہ ہے۔

حسن رسول نما افتخار آل حسین　　　اویس قرنی ثانی وثالث حسنین

آپ کی درگاہ ایک بڑے وسیع پختہ احاطے کے اندر ہے، جس کا شاندار دروازہ ہے، اس کی تعمیر ۱۱۰۳ھ (۱۶۹۱ء) میں بادشاہ عالمگیر کے عہد حکومت میں ہوئی، درگاہ مسقف نہیں ہے، زیر آسمان ہے، اور خام ہے، البتہ حاشیہ پختہ بنا دیا گیا ہے، آپ ہی

درگاہ پر حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کے زیر قیادت منعقد ہوا، تمام حاضرین نے جن کی تعداد دس بارہ (۱۲) سے زیادہ نہ تھی جمعیۃ کے قیام سے اتفاق کیا، جلسہ کا آغاز مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امر تسری کی تحریک اور مولانا منیر الزماں اسلام آبادی وغیرہ کی تائید سے ہوا،[44] سبھی حضرات نے اپنے اپنے خیالات پیش کئے، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے بھی ایک مختصر تقریر فرمائی، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کے الفاظ میں:

"اس تقریر کا ایک ایک لفظ مولاناؒ کے جذبات ایمان کا ترجمان تھا، حاضرین کی تعداد اگرچہ دس بارہ آدمیوں سے زیادہ نہ تھی، لیکن کوئی آنکھ اور کوئی دل ایسا نہ تھا جس نے اثر قبول نہ کیا ہو"[45]۔

آخر میں صدر مجلس حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ نے تمام حاضرین سے حسب ذیل عہد و پیمان لیا:

"ہم سب دہلی کے مشہور و مقدس بزرگ کے مزار کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ مشترک قومی و ملی مسائل میں ہم سب آپس میں متحد و متفق رہیں گے اور فروعی واختلافی مسائل کی وجہ سے اپنے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہ ہونے دیں گے، نیز قومی و ملی جدوجہد کے سلسلہ میں گورنمنٹ کی طرف سے ہم پر

کے قریب آپ کے صاحبزادے ناصر علی اور دو پوتوں کی بھی قبریں ہیں اور وہ بھی خام ہیں، ان قبروں کے گرد ایک خوبصورت آہنی کٹہرا ہے، درگاہ کے گرد چاروں کونوں پر چار دروازے اور نونو در کی غلام گردش ہے جو ستر (۷۰) فٹ مربع ہے اس کے دروازے پر بخط نسخ یہ مصرعہ تاریخ وفات سنگ مرمر کی تختی پر کندہ ہے:

ع۔رسول نما بار سول باقی شد۔ کتبہ العبد المذنب یاقوت رقمخان عرف عباد اللہ ۱۰۳ اھ۔

اصل درگاہ سے باہر کمپاؤنڈ کے اندر درگاہ کے متوسلین کے مکانات اور قبریں ہیں۔

(واقعات دار الحکومت دہلی ج ۲ ص ۳۵، ۵۵۸، ۵۵۷ مصنفہ بشیر الدین احمد دہلویؒ ایم، آر، اے، ایس، لندن، اول تعلقہ دار (کلکٹر) پنشنر سرکار عالی نظام، شمسی مشین پریس آگرہ میں محمد بشیر الدین خان و محمد شمس الدین خان کے اہتمام سے چھپی، ۱۹۱۹ء)

44 - جمعیۃ علماء ہند پر ایک تاریخی تبصرہ، ص ۴۴ مرتبہ مولانا حفیظ الرحمن واصف۔

45 - حیات سجاد ص ۱۰۱، مضمون مولانا احمد سعید دہلویؒ۔

جو سختی اور تشدد ہو گا اس کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت کریں گے اور ثابت قدم رہیں گے جماعت کے معاملے میں پوری راز داری اور امانت سے کام لیں گے[46]۔

درگاہ حضرت سید حسن رسول نما قادری اویسیؒ جس کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر چند دردمندان ملت نے جمعیۃ علماء ہند قائم کرنے کا عہد و پیمان کیا۔

مولانا احمد سعید دہلویؒ کا بیان ہے جو خود اس مجلس میں موجود تھے:

"یہ مجلس دو گھنٹے سے زیادہ کی نہ تھی، ایک گھنٹہ بحث و مباحثہ میں خرچ ہوا اور ایک گھنٹہ عہد و پیمان میں صرف ہوا، لیکن اسی جلسہ کا یہ اثر تھا کہ جمعیۃ علماء ہند قائم ہوئی"[47]۔

درگاہ حضرت حسن رسول نماؒ کے انتخاب کی وجہ

البتہ یہاں ایک سوال کا جواب مجھے کسی تذکرہ و تاریخ میں نہیں ملا کہ دہلی میں مزارات، درگاہوں

-----حواشی---

46 ـ حسن حیات ص ۴۸، وحیات سجاد ص ۱۰۲، ۱۰۱ مضمون مولانا احمد سعید دہلوی۔

47 ـ حیات سجاد ص ۱۰۱، مضمون مولانا احمد سعید دہلویؒ۔

، مساجد اور تاریخی مقامات کی کمی نہیں تھی، پھر آخر خفیہ میٹنگ اور عہد و پیمان کے لئے درگاہ حسن رسول نماؒ کے انتخاب کی کیا وجہ تھی؟

☆اس کا ایک جواب تو یہ ممکن ہے کہ یہ درگاہ عام نظروں سے دور ایک گھنی آبادی کے علاقے میں واقع ہے، اس لئے خفیہ میٹنگ کے لئے اس کو مناسب خیال کیا گیا۔۔ لیکن ایسی اور بھی جگہیں موجود تھیں۔

☆اس کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت حسن رسول نماؒ حضرت سید عبد الصمد خدا نماؒ (متوفی ۱۱۰۹ھ م ۱۶۹۷ء- مقام احمد آباد گجرات) کے خاص دوستوں میں تھے، اور علماء فرنگی محل کے پیرو مرشد حضرت شاہ عبد الرزاق بے کمر بانسویؒ (ولادت: ۱۰۴۸ھ م ۱۶۳۸ء، وفات: ۱۱۳۶ھ م ۱۷۲۴ء- مقام بانسہ شریف ضلع بارہ بنکی یوپی) کو نعمت ولایت حضرت سید عبد الصمد خدا نماؒ سے حاصل ہوئی تھی، اور ان کے واقعات میں موجود ہے کہ جب شاہ سید عبد الرزاق صاحبؒ حضرت سید عبد الصمد خدا نماؒ سے اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر احمد آباد سے رخصت ہونے لگے تو پیر و مرشد نے ان کو ہدایت کی کہ:

> " ہمارے دوست حضرت سید حسن رسول نماؒ دہلی میں قیام رکھتے ہیں، ان سے ملتے ہوئے جانا (شاید معرفت کی کوئی منزل وہاں سے وابستہ رہی ہو) اسی حکم کی تعمیل میں حضرت شاہ عبد الرزاق صاحبؒ گجرات سے سیدھے دہلی حضرت سید حسن رسول نماؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور استفادۂ باطنی کیا، چلتے وقت حضرت رسول نماؒ نے ارشاد فرمایا کہ "جاتے ہو تو آرام سے راتیں نہ بسر کرنا، فقیر کو نہ بدنام کرنا" یہ ارشاد پیر و مرشد کے دوست کا دل میں ایسا اثر کیا کہ آخر وقت تک رات کو آرام نہ کیا"[48]

حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ بھی اپنے اسی خاندانی سلسلۂ رزاقیہ سے وابستہ تھے، اور پابندی

---- حواشی --

48 ۔عرس حضرت بانسہؒ ص ۱۲ مؤلفہ معشوق العاشقین حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلیؒ، شائع کردہ: قادری بک ایجنسی نمبر ۸۱ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ، ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء۔

کے ساتھ آستانۂ بانسہ پر حاضری دیتے تھے،اور وہاں کے خانقاہی پروگراموں کی سرپرستی بھی فرماتے تھے ،جیسا کہ آپ کی کتاب "عرس حضرت بانسہ" سے ظاہر ہوتا ہے[49]۔

حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ اپنی ایک دوسری تصنیف میں لکھتے ہیں:

"مجھ پر خود نسبت قادریہ کا غلبہ ہے، گو نقشبندی بھی ہوں اور چشتی ہونے کی نسبت پر فخر کرتا ہوں ،اس وجہ سے حضرت شاہ عبد الرزاق قدس اللہ سرہ العزیز کے سلوک کو مقدم سمجھتا ہوں"[50]

اس لئے مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کو دہلی میں حضرت حسن رسول نماؒ سے جو عقیدت و محبت ہو سکتی تھی اور وہاں قول و قرار پر جو اطمینان ہو سکتا تھا،وہ کہیں اور نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کو بھی حضرت مولانا عبد الباری صاحب اور خاندان فرنگی محل سے جو عقیدت و وابستگی تھی اس میں علاوہ دوسری باتوں کے ایک بڑی نسبت الٰہ آباد کی تھی،انہوں نے تمام علوم وفنون کی تکمیل الٰہ آباد ہی میں کی تھی ،اس لئے وہاں کے اکابر ومشائخ کی خاک پا بھی ان کے لئے سرمۂ عقیدت کا درجہ رکھتی تھی ،علماء فرنگی محل کے جد اعلیٰ حضرت ملا قطب الدین شہید قدس سرہ سہالویؒ (متوفی ۱۱۰۳ھ م ۱۶۹۲ء) حضرت ملا محب اللہ الٰہ آبادیؒ (متوفی ۱۰۵۸ھ م ۱۶۴۸ء) کے سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں بواسطۂ حضرت قاضی گھاسی الٰہ آبادیؒ مرید تھے،ملا قطب الدینؒ کے دو بڑے فرزند ملا سعیدؒ و ملا اسعدؒ اپنے والد بزرگوار کی شہادت سے قبل اپنے والد ہی سے بیعت ہو چکے تھے،لیکن چھوٹے دونوں فرزند ملا نظام الدینؒ اور ملا محمد رضاؒ کم سنی کی وجہ سے داخل سلسلہ نہ ہو سکے تھے،یہ دونوں صاحبزادگان والد کی شہادت کے بعد حضرت سید عبد الرزاق بانسویؒ سے وابستہ ہوئے[51]۔

----حواشی--

49 -عرس حضرت بانسہؒ ص ۱، ۲ مؤلفہ: معشوق العاشقین حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلیؒ، شائع کردہ: قادری بک ایجنسی نمبر ۸۱ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ، ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء۔

50 -فیوض حضرت بانسہ (مطبوعہ ص ۱۶) ماخوذ از تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۲۴، ۲۵ مؤلفہ محمد رضا انصاری فرنگی محل لکھنؤ، ۱۹۸۶ء۔

اس پس منظر کی روشنی میں غالباًدر گاہ حضرت حسن رسول نماؒ کے انتخاب میں حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کی عقیدت ورجحان اور حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کی رائے کا دخل رہاہو گا، کیوں کہ اس خفیہ اجتماع کی قیادت حضرت مولاناعبدالباری صاحبؒ ہی فرمارہے تھے اوران حضرات کے لئے یہ محض درگاہ نہیں تھی، بلکہ مرکزعقیدت بھی تھی۔

تاسیس جمعیۃ علماء ہند

بہر حال اس خفیہ عہدوپیمان کے بعد اسی دن شام میں جمعیۃ علماء ہند کی باقاعدہ تشکیل کے لئے علماء کااجتماع ہواجس کوہم اس پروگرام کی دوسری نشست کہہ سکتے ہیں، اس میں نسبتاًزیادہ لوگ شریک ہوئے ،اس میں تقریباً چھبیس(۲۶) علماء شریک ہوئے، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱-مولاناابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ[52]۔

۲-مولاناقیام الدین عبدالباری فرنگی محلیؒ۔

۳-مولاناابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ[53]۔

---

[51] -عرس حضرت بانسہؒ ص ۱۵، ۱۴ مؤلفہ: معشوق العاشقین حضرت مولاناقیام الدین عبدالباری فرنگی محلیؒ، شائع کردہ: قادری بک ایجنسی نمبر ۸۱ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ، ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء۔

[52] -حضرت مولاناابوالمحاسن محمد سجادؒ کے حالات زندگی کے لئے میری کتاب "حیات ابوالمحاسن" مطالعہ فرمائیں۔

[53] -شیر پنجاب، رئیس المناظرین، فاتح قادیان، مدیر اخباراہل حدیث وصدرآل انڈیااہل حدیث کانفرنس، کشمیری پنڈتوں کے خاندان منٹوسے ہیں، آپ کے والد ماجد ۱۸۶۰ھ میں ڈور ضلع سری نگر سے منتقل ہو کر امرتسر آگئے، وہ پشمینہ کی تجارت کرتے تھے، آپ کے آباء واجداد غالباًسلطان زین العابدین والیٔ کشمیر کے عہد میں مشرف باسلام ہوئے تھے، (کشمیرپر ۱۳۲۶ء سے ۱۸۱۹ء تک اسلامی حکومت رہی ہے)

مولاناموصوف ماہ جون ۱۸۶۸ء مطابق صفر ۱۲۸۵ء میں بمقام امرتسر پیداہوئے، آپ کی عمر سات (۷) سال کی تھی کہ والد کاانتقال ہوگیا، تھوڑے دنوں کے بعد والدہ کا بھی انتقال ہوگیا، آپ کے بڑے بھائی آپ کے کفیل رہے، ان کی دکان پر رفوگری کاکام کرتے تھے، چودہ(۱۴) سال کی عمر میں فارسی کی ابتدائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھ کر عربی کی تعلیم مولانااحمد اللہ امرتسری کے پاس شروع کی، یہ مناظروں کادور تھا،عیسائی پادری اورآریہ پنڈت وغیرہ ہندوستان کے چپہ چپہ پر تقریریں اور مناظرے کرتے پھرتے تھے، مولاناموصوف کو بھی دوران تعلیم مناظرے سے دلچسپی پیداہوگئی۔

حدیث کی تعلیم آپ نے مولاناحافظ عبدالمنان وزیرآبادی سے حاصل کرکے ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں سندلی، پھر دہلی

آکر شمس العلماء حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کو حافظ عبد المنان صاحب کی سند دکھا کر اجازت حاصل کی، پھر مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور گئے اور وہاں سے بھی سند حاصل کی، پھر دیوبند پہونچے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے تلمذ میں رہ کر ان سے معقولات و منقولات کتب درسیہ کی سند حاصل کی، پھر مدرسہ فیض عام کانپور میں بھی آپ کی دستار بندی ہوئی، وہاں سے ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں:

☆تفسیر القرآن بکلام الرحمن (عربی)☆تفسیر ثنائی (اردو)☆تفسیر بیان الفرقان علیٰ علم البیان ☆تفسیر بالرائے☆ مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول☆ حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش ☆ان کے علاوہ اصلاحی و تعلیمی کتابیں بیس عدد، مسئلہ تقلید واجتہاد کے متعلق گیارہ، قادیانیت کے رد میں سولہ، آریہ سماج کے رد میں سترہ، عیسائیوں کے رد میں پانچ۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ نے عمر بھر تقریر وخطابت کے میدان میں بڑا کام کیا، سیکڑوں کامیاب مناظرے کئے، نہایت حاضر جواب، بذلہ سنج، ذکی وفہیم تھے، مناظرے کے وقت اس قدر چست فقرے کستے تھے، اور ایسے برجستہ اور مناسب حال اشعار چسپاں کرتے تھے، کہ سامعین عش عش کرنے لگتے تھے۔

قادیانیوں سے جو مشہور مباہلہ آپ نے ۱۹۰۷ء میں کیا تھا اس کی وجہ سے آپ کو قوم نے فاتح قادیان کا خطاب دیا، اس مباہلے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ کہا تھا کہ جو جھوٹا ہوگا وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا، چنانچہ مرزا ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کا شکار ہو کر ہلاک ہو گیا، اور مولانا ثناء اللہ اس کے بعد چالیس (۴۰) سال زندہ رہے۔

۱۹۲۶ء میں مولانا موصوف بغرض شرکت مؤتمر وبغرض حج وزیارت حجاز تشریف لے گئے، اہل حدیث کانفرنس نے شرکت مؤتمر کے لئے جو وفد بھیجا تھا آپ اس کے صدر تھے، دوسرے ارکان وفد مولانا محمد جوناگڈھی (مدیر اخبار محمدی دہلی) اور مولانا ابو القاسم سیف بنارسی تھے۔

اخبار اہل حدیث ہفت روزہ آپ نے ۱۹۰۳ء میں جاری کیا تھا، جو چوالیس (۴۴) سال تک امرتسر سے نکلتا رہا، اور جولائی ۱۹۴۷ء میں فسادات و تقسیم پنجاب کی نذر ہو گیا۔

مولانا کی شادی اکیس (۲۱) سال کی عمر میں ہوئی ایک فرزند عطاء اللہ اور ایک بیٹی فاطمہ تھی، اہلیہ محترمہ کا انتقال آپ سے تین سال کے بعد سرگودھا ہی میں جاکر ہوا۔

۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو امرتسر میں اپنا عظیم الشان اور نادر ذخیرۂ کتب اور تمام مال ومتاع چھوڑ کر آپ کو ترک وطن کرنا پڑا، لاہور پہونچے، پھر گوجرانوالہ پھر وسط جنوری ۱۹۴۸ء میں سرگودھا تشریف لے گئے، وہاں آپ کو ایک پریس الاٹ ہو گیا، آپ نے امرتسر والے مطبع کے نام پر اس کا نام ثنائی برقی پریس رکھا، اور اس کا انتظام اپنے ایک پوتے مولوی رضاء اللہ کے حوالے کیا۔

وفات سرگودھا میں بمرض فالج ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء / ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ بروز دوشنبہ ہوئی، وفات کے وقت آپ کی عمر اکیاسی (۸۱) سال تھی (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۸۳ تا ۸۶ بحوالہ سیرت ثنائی مصنفہ مولانا عبد المجید صاحب خادم سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ)

۴- مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی لکھنویؒ[54] ۔

۵- مولانا پیر محمد امام سندھیؒ[55] ۔

----حواشی--

54 - آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: مولانا سلامت للہ بن مولوی شرافت اللہ بن ملا کرامت اللہ بن مولوی مشائخ بن ملا سعد الدین بن ملا احمد حسین بن ملا رضا بن قطب شہید، سن ولادت تقریباً ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء ہے، ابتدا میں انگریزی تعلیم ایف اے تک حاصل کی، پھر علوم عربیہ کی تعلیم کی طرف توجہ فرمائی، اور اپنے ہی خاندان کے علماء سے مختلف علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد حدیث کی تکمیل مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے کی، اور مدرسہ نظامیہ میں درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا، مولانا موصوف کو ہمیشہ قومی وملی مسائل سے دلچسپی رہی، چنانچہ جب جنگ اٹلی وطرابلس شروع ہوئی تو آپ نے مؤید الاسلام میں بحیثیت جوائنٹ سکریٹری کوشش کرکے ترک مجروحین کے لئے چندہ فراہم کیا، اور جنگ بلقان میں تقریباً سینتالیس ہزار (۴۷۰۰۰) روپے جمع کرکے بھیجے، جب ترک موالات کی تحریک شروع ہوئی تو مولانا موصوف صوبہ خلافت کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے، اور تقریباً تین سال تک نہایت پرجوش طریقے سے قومی خدمت انجام دیتے رہے، اسی سلسلے میں ۹/ دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ کو گورنمنٹ نے زیر دفعہ ۱۷/ الف قانون ترمیم فوجداری آپ کو اور مولانا شوکت علی، چودھری خلیق الزماں، حکیم عبدالوالی اور پنڈت جواہر لال نہرو وغیرہ کو گرفتار کرلیا، ایک سال قید اور دوسو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی، لیکن تین ماہ کے بعد بحکم گورنمنٹ سب کی رہائی ہوگئی، سیاسی معاملات میں آپ ہمیشہ حضرت مولانا عبدالباری کے رفیق کار اور قوت بازو رہے۔

آپ نے علم الفرائض میں ایک کتاب "فرائض غوثیہ" تصنیف فرمائی، شرح عقائد نسفی پر مفصل حاشیہ لکھا، ابتدائے عمر سے اذکار واشغال کا ذوق بھی تھا، علم باطن میں اپنے والد ماجد سے اجازت حاصل تھی، بعد میں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالباری صاحب سے بیعت ہوئے۔

آپ کا نکاح مولوی عبدالعزیز بن ملا عبدالرحیم کی صاحبزادی سے ہوا (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۸۲، ۸۳ بحوالہ تذکرہ علمائے فرنگی محل)

55 - حضرت پیر محمد امام شاہ سندھیؒ حضرت پیر سید رشد اللہ شاہ "صاحب العلم الرابع" کے فرزند تھے، آپ کا تعلق خاندان راشدیہ سے ہے جو سندھ میں سادات حسینی کا مشہور قبیلہ ہے، آپ ۳/ ستمبر ۱۸۹۵ء مطابق ۵/ جمادی الثانیۃ ۱۳۱۲ھ بمقام گوٹھ پیر جھنڈا تحصیل ہالا ضلع حیدرآباد سندھ پیدا ہوئے، حفظ قرآن مدرسہ دارالرشاد میں کیا جسے آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا سید رشد اللہ شاہ نے قائم کیا تھا، حافظ شیر محمد صاحب پنجابی سے حفظ قرآن کا آغاز کیا بعد میں حافظ امین محمد صاحب کچھ بھوج والے سے قرآن شریف مکمل کیا، فارسی تعلیم اسی مدرسے میں قاضی فتح محمد نظامانی اور مولوی عبداللہ لغاری سے حاصل کی، علوم عربیہ کی تعلیم اپنے زمانہ کے مشہور اساتذہ مثلاً مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا نجم الدین ڈریالوی (جہلم) اور استاذ الکل مولانا محمد صاحب احمدانی لغاری (ڈیرہ غازی خان) سے حاصل کی، سلوک وطریقت کی تعلیم اپنے جد امجد حضرت سید رشد اللہ شاہ سے حاصل کی، آپ مسلکاً حنفی ومشرباً قادری تھے۔

چونکہ اس وقت تحریک خلافت میں تمام علمائے ہند شریک تھے، آپ بھی مولانا عبیداللہ سندھی اور اپنے والد محترم کی ترغیب

۶-مولانا اسد اللہ سندھیؒ۔

۷-مولانا سید محمد فاخر میاں بے خود الہ آبادیؒ (عرف راشد میاں)[56]۔

و تحریک پر تحریک خلافت میں شامل ہوگئے، اور اپنے اطراف واکناف میں کارہائے نمایاں انجام دیئے، آپ کی انتھک جدوجہد اور غیر معمولی سیاسی سوجھ بوجھ کی بناپر حکیم اجمل خان اور مولانا ظفر علی خاں نے بعض مجالس میں آپ کو صدر مجلس منتخب فرمایا، موصوف ایک جید عالم دین، بہترین مقرر، زیرک سیاستداں تھے۔

آپ مدرسہ دارالارشاد کے مہتمم تھے اور تاحیات بڑی دیانتداری وخلوص سے اس اہم خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا، آپ کے اندر اعلیٰ انتظامی قابلیت موجود تھی، اسی وجہ سے حضرت رشد اللہ شاہ صاحبؒ نے اپنی زندگی ہی میں یہ ذمہ داری آپ کے سپرد کردی تھی، آپ کے ماتحت بڑے بڑے علمائے کرام مثلاً نورالحق صاحب علوی، مولانا سید میرک شاہ کشمیری وغیرہ نے نہایت اطمینان سے علمی خدمات انجام دیں۔

ذریعۂ معاش زمینداری تھی، آپ ایک بڑے زمیندار تھے، آپ کی زمین شاہ آباد میں تھی، ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۲ء میں جب آپ کے والد حضرت سید رشد اللہ شاہ وفات پاگئے تو خاندانی اختلافات کے باعث اپنی جائے ولادت گوٹھ پیر جھنڈا سے آپ نے ہجرت فرماکر شاہ آباد میں مستقل سکونت اختیار فرمالی، اور زمینداری کے کام میں مشغول ہوگئے۔

۱۹۳۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی واپسی کے بعد معدہ کی بیماری میں مبتلا ہوگئے، اس بیماری کا سلسلہ دراز ہوگیا، یہاں تک کہ ۱۹۳۶ء میں رحلت فرمائی، شاہ آباد میں ہی آپ کا مزار شریف ہے" (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۸۶،۸۷ بحوالہ مولوی سید وہب اللہ شاہ صاحب گوٹھ، پیر جھنڈا، ضلع حیدرآباد سندھ)

[56] -مولانا فاخر میاں کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا سید محمد زاہد میاں عرف شاہ حاجی جان ابن شاہ محمد جان قدسیؒ ہے، آپ کی ولادت تقریباً ۱۸۵۶ء میں بمقام الہ آباد ہوئی، آپ دائرۂ حضرت شاہ اجملؒ کے سجادہ نشین تھے۔

دائرۂ شاہ اجمل شہر الہ آباد میں ایک مشہور خانقاہ ہے، جس کو حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد افضل الہ آباد نے قائم کیا تھا، حضرت قطب الاقطاب اصل میں سید پور غازی پور کے باشندے تھے، آپ کی وفات ۱۱۲۴ھ میں ہوئی، آپ کے نواسے شاہ محمد ناصر کے فرزند شاہ محمد اجمل تھے، جن کے نام سے دائرۂ شاہ محمد اجمل مشہور ہے، شاہ محمد اجمل کا زمانہ آصف الدولہ شاہ اودھ کا زمانہ ہے۔

مولانا محمد فاخر حضرت شاہ محمد اجملؒ کی اولاد میں ہیں، آپ کی ابتدائی تعلیم خانقاہ میں ہوئی، پھر مولانا شاہ عبید اللہ ولایتی کانپوری سے اوران کے استاذ نواب مولانا مسیح الزماں خاں شاہجہاں پوری (استاذ میر محبوب علی خاں نظام دکن) سے بھی تعلیم حاصل کی، اور مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی سے بھی پڑھا، سلوک وطریقت میں اپنے والد ماجد کے مجاز تھے، اور ابوالعلائیہ سلسلہ سے بھی نسبت حاصل تھی، آپ کا مسلک حنفی اہل سنت والجماعت تھا، مشرباً صوفی چشتی تھے، فن طب کی بھی تکمیل کی تھی، طب میں اپنے بڑے بھائی حکیم محمد افضل الہ آبادی کے شاگرد تھے، آپ کا باقاعدہ مطب بھی تھا۔۔۔ شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی، بیخودؔ تخلص فرماتے تھے، عمدہ شعر کہتے تھے، زبان وادب میں حضرت شاہ محمد بشیر صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

ملکی وملی سیاسیات سے بے حد شغف وانہماک تھا، حضرت شاہ حاجی جان (المتوفی ۱۹۱۲ء) کے پہلے ہی عرس کے موقعہ پر دوران عرس میں پولیس اور فوج نے آکر تلاشی لینے کے لئے دائرۂ شاہ اجمل کا محاصرہ کرلیا، سپرنٹنڈنٹ پولیس نے حکم سنایا کہ آپ جہاں ہیں، وہاں سے کہیں نہیں جاسکتے، گورنمنٹ برطانیہ کو آپ کے متعلق کئی قسم کے شبہات تھے، مثلاً یہ کہ ہندوستان کی انقلابی پارٹی سے آپ تعلق رکھتے تھے، اور بیرونی انقلابیوں شیخ سنوسی وغیرہ سے بھی ساز باز رکھتے ہیں، اوراس طرح ہندوستان کو آزاد کرانے اور حکومت کا تختہ الٹنے کی جدوجہد کرتے رہتے ہیں، تلاشی کے دوران پولیس کو یہ بھی شبہ تھا کہ آپ بم بناتے ہیں۔

مولانا موصوف جلیانوالہ باغ کے حادثہ سے بہت متأثر ہوئے اور ملک کے مختلف مقامات پر جاکر تقریریں کیں، ان میں سے ایک تقریر پر دفعہ ۱۰۸ کے ماتحت ۱۷/ مئی ۱۹۲۰ء میں گرفتار ہوئے، اورایک سال قید بامشقت کی سزا دی گئی، کچھ دن الٰہ آباد جیل میں رکھا گیا، پھر عوام کی شورش کے خطرے سے گورنمنٹ نے پیروں میں بھاری بیڑیاں ڈال کر گورکھپور جیل میں بھیج دیا تھا، مرض ذیابیطس کی وجہ سے آپ کا ایک پاؤں سوکھ گیا تھا، اور چلنے پھرنے میں دشواری ہوتی تھی، اس کے باوجود بیڑیاں ڈالی گئیں اور جیل کے اندر محبوس ہونے کی صورت میں بھی بیڑیاں رہتی تھیں، ایک مرتبہ مولانا شوکت علی جیل میں مولانا سے ملنے کے لئے گئے تو آپ کو اس حالت میں دیکھ کر زارو قطار روئے۔

گورکھپور جیل میں آپ نے مندرجۂ ذیل اشعار میں اظہار خیال فرمایا:

الٰہ آباد سے جب دور آیا
بہت ہی مضطر ورنجور آیا
کھلے تھے ہاتھ تو پابند تھے پاؤں
عجب صورت سے گورکھپور آیا
وہاں کے قید خانے سے نکل کر
اسیر و بے خود و مجبور آیا
یہ کلفت ہو مجھے عشرت جو کہدو
تمہیں بھی ہے یہی منظور آیا
بظاہر تھا پریشاں حال لیکن
شراب عیش سے مخمور آیا

قطعہ

آنکھ ہے محو تجلی وصل سے دل شاد ہے
قید میں بھی طبع بیخود ہر طرح آزاد ہے
بیڑیاں مجھ کو پہننے میں ذرا ذلت نہیں
باپ دادا کا طریقہ سنت سجاد ہے

۸-مولانا محمد انیس صاحب نگرامیؒ[57]۔

۹-مولانا خواجہ غلام نظام الدینؒ[58]۔

مولانا محمد علی جوہر کے کہنے پر آپ کے فرزند مولانا شاہد میاں نے آپ کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ آپ کو کس لباس کی ضرورت ہے؟ آپ نے جواب میں مندرجہ ذیل قطعہ لکھ کر بھیجا:

لوہے کی گلے میں ہم نے ہنسلی پہنی — اس میں لکڑی کی ایک تختی پہنی

ہاتھوں کو ملا نہ ہتھکڑی کا کچھ لطف — پاؤں نے کڑے بھی پائے بیڑی پہنی

اپریل ۱۹۲۱ء (رجب المرجب ۱۳۲۹ھ) میں آپ کو گورکھپور جیل سے الہ آباد لایا گیا اور اچانک رہا کر دیا گیا، آپ آخری زندگی تک تحریکات آزادی میں حصہ لیتے رہے، اور اپنے تبلیغی و علمی مشاغل کو بھی جاری رکھا، آپ کو اذکار و اشغال سلاسل خمسہ کے سمجھنے اور ان کے برتنے میں ید طولیٰ حاصل تھا، فن تصوف کے ماہر تھے، اور تمام مشائخ کبار اور وابستگان کے سلسلہ کے لئے شغل باطن سے واقف ہونا ضروری سمجھتے تھے، انگریزی تہذیب و معاشرے سے بہت نفرت تھی، جوانی میں فن کشتی اور فن بنوٹ بھی سیکھا تھا، اور اپنے زمانہ کے طاقتور پہلوانوں میں شمار ہوتے تھے، ۱۹۲۸ء میں آپ نے حج کیا۔

۲۱/جولائی ۱۹۳۰ء کو تقریباً چوہتر (۷۴) سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور حجرۂ پاک سجادہ نشینان دائرہ میں خانقاہ کے سامنے اپنے والد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

آپ کی شادی شاہ حبیب عالم ساکن شہر غازی پور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک دختر خورد سال فوت ہوئی، دوسری صاحبزادی شادی شدہ ۱۹۴۲ء کے بعد وفات پا گئیں، ایک صاحبزادے مولانا سید محمد شاہد میاں صاحب آپ کے جانشیں اور دائرۂ شاہ اجمل کے سجادہ نشیں ہوئے، آپ بھی ہمیشہ قومی و ملی کاموں میں حصہ لیتے رہے، جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر بھی رہے، قومی تحریکات کے سلسلے میں کئی مرتبہ جیل بھی گئے۔ (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۸۸ تا ۹۱ بروایت صاحبزادہ محترم مولانا شاہد میاں صاحبؒ)

57 -مولانا محمد انیس صاحب نگرام ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے، آپ کے صاحبزادے مولانا محمد اویس صاحب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شیخ التفسیر تھے، باقی حالات معلوم نہ ہو سکے (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۹۱)

58 -مولانا خواجہ غلام نظام الدین مفتی مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں میں پیدا ہوئے، والد کا نام خواجہ عبد اللہ ولد خواجہ ضیاء الدین ہے، سلسلۂ نسب صدیقی، اولاد حضور شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہیں، آپ کے اجداد گلی عزیز الدین وکیل کوچہ پنڈت دہلی کے رہنے والے تھے، جہاں کی مسجد کے تحتی حصہ میں ایک بزرگ بھی مدفون ہیں، آپ کے جدی گھر کے سامنے اسی خاندان کی ایک بہت بڑی ڈیوڑھی بھی تھی جو منصف کے نام سے مشہور تھی، جس کے متصل آپ کے ایک بزرگ کشتہ نام سے مشہور شاعر تھے اور گلی کی ابتدا میں چچا نذیر حسن صاحب کا مکان تھا جس سے متصل آپ کے عزیز مولوی ابو الخیر و مولوی ابو الاعلیٰ مودودی اور اعزاء قیام فرما تھے، آپ کے دادا صاحب اور والد صاحب نے مستقل سکونت بدایوں میں اختیار فرمائی تھی، آپ نے درس نظامی کی تعلیم مولانا احمد الدین صاحب، مولانا ابراہیم صاحب، اور مولانا حبیب الرحمن صاحب وغیرہ کے پاس حاصل کی، حضرت شاہ عبد المقتدر سے تفسیر بیضاوی و میبذی پڑھی، اس زمانہ میں

۱۰-مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ۔ [59]

بدایوں کا مدرسہ قادریہ وخانقاہ مرکز علم کی حیثیت سے شہرت رکھتا تھا، اٹھارہ (۱۸) برس کی عمر میں اصلاح الخیال کے صدر مقرر ہوئے، جس کے مقاصد میں تحریک نماز اور لاوارث اموات کی تدفین اور مساجد کی خدمت تھی، یہاں تک انہماک ہوا کہ عالم کے امتحان کے بعد فاضل کا امتحان نہ دے سکے، دن اور رات مسجدیں تھیں یا قبرستان۔

روحانی تعلیم مولانا شاہ عبد المقتدرؒ سے حاصل کی، ان کے وصال کے بعد مولانا شاہ عبد القدیر صاحب سے استفادہ کیا، جب ملک میں سیاسی تحریکات تیز ہوئیں تو بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ایک رسالہ "ترک موالات وطلبہ" تحریر کیا، مولانا شاہ عبد القدیر صاحب کی اعانت سے قادری منزل میں سودیشی کرگہ اسکول قائم کیا،۔۔۔ شہید وطن اشفاق اللہ خان شاہجہاں پوری سے بھی کامل ربط رکھتے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد جب جمعیۃ علماء میں پھوٹ پڑی اور بنیادی ارکان میں سے کچھ لوگوں نے الگ ہو کر جمعیۃ علماء کانپور قائم کرلی تو اس گروہ میں آپ بھی شامل تھے، پھر مسلم لیگ کا زور ہوا تو اس کے بالمقابل اتحاد ملکی کے علمبردار رہے، اور تقسیم کے بعد بدایوں میں مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ میں بڑی خدمات انجام دیں۔

سیاسی خدمات کے علاوہ دو عربی مدرسے دار العلوم شمس العلوم بدایوں اور مدرسہ عربیہ جگرو کے ذمہ دار رہے، بھوانی ضلع نینی تال کی جامع مسجد اور انجمن خدام اسلام کے بھی وقف بورڈ کی جانب سے صدر مقرر ہوئے، جس کو آپ نے ہی قائم کیا تھا، عید گاہ شمسی بدایوں کی امامت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی، پورے ضلع کا عہدۂ قضا بھی آپ سے متعلق تھا۔

آخری عمر میں سیاسی ہنگاموں سے دلبرداشتہ ہوگئے تھے، اور خالص روحانیت اور طریقت کے لئے یکسو ہوگئے تھے (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص۹۱تا۹۹ یہ خواجہ غلام نظام الدین قادری کی خودنوشت سوانح ہے، جو ۱۵/ستمبر ۱۹۶۲ء کو مولانا واصف صاحب کے اصرار پر تحریر کی گئی، مولانا واصف صاحب نے ان کی پوری تحریر من وعن نقل کردی ہے، میں نے صرف خلاصہ پر اکتفا کیا ہے، وفات کی خبر نہیں ہے)

[59] - شاہجہاں پور ہی کے محلہ سب زئی میں ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی ولادت ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام عنایت اللہ اور جد امجد کا نام فیض اللہ تھا (الاعلام بمن فی الھندمن الاعلام ج ۸ ص ۱۳۳۲ مطبوعہ بیروت)، والد ماجد بڑے متقی، پرہیزگار، صالح اور صاحب نسبت بزرگ تھے، تنگیٔ معاش کے باوجود عالی ہمت اور جفاکش تھے، وہ ہمیشہ اپنی خواہش کا اظہار فرماتے تھے کہ میں اپنے بیٹے کو عالم دین بنانا چاہتا ہوں۔

تعلیم وتربیت: پانچ (۵) سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ صاحب کے پاس مکتب کا آغاز کیا، قرآن مجید کی تکمیل کے بعد اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم اسی شہر کے محلہ "درک زئی" میں حافظ نسیم اللہ صاحب سے حاصل کی، اس کے بعد محلہ "خلیل شرقی" میں مولوی اعزاز حسن خان صاحب کے مدرسہ اعزازیہ میں داخلہ لیا، فارسی ادب کی کتاب "سکندرنامہ" اور عربی کی ابتدائی کتب حافظ بدھن خان صاحب کے پاس پڑھیں جو ایک ماہر فن استاذ مانے جاتے تھے، اسی مدرسہ میں حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ کے شاگرد مولانا عبید الحق خان افغانی بھی مدرس تھے، ان سے بھی تلمذ کا شرف حاصل ہوا، مولانا عبید الحق صاحب جوہر شناس انسان تھے، متوسطات کی تعلیم کے بعد انہوں نے مفتی صاحب کے والد گرامی کو مشورہ دیا کہ صاحبزادے کو اعلیٰ تعلیم کے لئے دیوبند بھیج دیں، والد صاحب غربت کی وجہ سے اس مشورہ

پر عمل نہ کرسکے اور انہوں نے آپ کو مدرسہ شاہی مرادآباد بھیج دیا، اس وقت تک آپ کی عمر پندرہ (۱۵) سال ہو چکی تھی، مرادآباد میں حضرت مولانا عبد العلی میرٹھی (تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)، مولانا حکیم محمد حسن صاحب اور مولانا محمود حسن سہسوانیؒ وغیرہ سے استفادہ کیا، وہاں اپنے اخراجات ٹوپیاں بن کر اور بیچ کر نکالتے تھے، مرادآباد میں دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء) میں دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے، یہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا محمد منیر صاحب کے عہد اہتمام اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے عہد صدارت کا دور تھا، یہاں آپ نے درج ذیل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا حکیم محمد حسن صاحب (شیخ الہندؒ کے چھوٹے بھائی) مولانا منفعت علی اور مولانا غلام رسول صاحبؒ وغیرہ، حدیث کا درس حضرت شیخ الہندؒ سے لیا، تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں آپ نے فراغت حاصل کی، دیوبند میں مولانا سید احمد فیض آبادیؒ (برادر اکبر شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) اور مولانا عبد الخالق شاہجہاں پوریؒ آپ کے خصوصی رفقاء واحباب میں تھے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ (شیخ الحدیث مدرسہ عبد الرب دہلی) مولانا ضیاء الحقؒ اور مولانا امین الدینؒ آپ کے دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں ہیں۔

روحانی تعلیم آپ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حاصل کی۔

مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور میں تقرر: دیوبند سے فراغت کے بعد آپ وطن لوٹ گئے اور اپنے استاذ اور مربی اول مولانا عبید الحق خان صاحب کے حکم پر مدرسہ عین العلم سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا، اس مدرسہ کو مولانا عبید الحق خان صاحب نے مدرسہ اعزازیہ سے علیحدگی کے بعد قائم کیا تھا، مفتی صاحب اپنے استاذ کے حکم پر انتظامی امور میں بھی معاونت کرتے تھے، گو مدرسہ کے مالی وسائل بہت محدود تھے، تنخواہیں بھی بہت کم تھیں، لیکن مفتی صاحب نے اپنے استاذ کے زیر سایہ قناعت کے ساتھ پورے پانچ (۵) سال گذارے، اور پورے انہماک واخلاص کے ساتھ مدرسہ کی خدمت انجام دی، یہاں آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا اعزاز علی (استاذ ادب وفقہ دارالعلوم دیوبند) اور مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری (مفتی دارالعلوم دیوبند) کو شہرۂ آفاق حیثیت حاصل ہوئی۔

مدرسہ امینیہ دہلی سے وابستگی۔ تدریس سے اہتمام تک: رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ میں استاذ مکرم حضرت مولانا عبید الحق صاحب کے انتقال کے بعد آپ نے مدرسہ عین العلم سے مستعفی ہو کر اپنے رفیق خاص مولانا امین الدین صاحب کی خواہش پر ۱۳۲۱ھ میں آپ مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے آئے، یہ مدرسہ مولانا امین الدین صاحب نے قائم کیا تھا اور اس کے پہلے صدر مدرس علامہ انور شاہ کشمیریؒ مقرر ہوئے تھے، لیکن کچھ خانگی وجوہات کی بنا پر علامہ مدرسہ چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے گئے تھے۔

اسی دور میں مدرسہ امینیہ کی تدریسی خدمت کے ساتھ آپ نے انجمن ہدایت الاسلام کے دفتر میں بطور محاسب (اکاؤنٹنٹ) بھی کام کیا، لیکن کچھ دنوں کے بعد یہ ملازمت ترک کر دی۔

اس کے بعد ۱۳۲۴ھ میں حافظ زاہد حسن امروہویؒ کی شرکت میں کتابوں کی تجارت کا کاروبار شروع کیا، لیکن یہ شرکت زیادہ دن نہ چل سکی، اس کے بعد مولوی عبد الغنی صاحبؒ کے ساتھ مل کر یہ کاروبار شروع کیا اور کتب خانہ رحیمیہ قائم کیا، یہ کتب خانہ آپ کی وفات کے بعد تک قائم رہا (ضمیمہ کفایت المفتی ج ا ص ۵)

رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں مولانا امین الدین صاحب کا انتقال ہوا، اسی زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے

ہندوستان واپس تشریف لائے تھے، حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی موجودگی میں ۹/ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ کو ایک جلسہ میں مولانا امین الدینؒ کی جگہ پر آپ کو مدرسہ کا مہتمم مقرر فرمایا، اس کے بعد تقریباً چونتیس (۳۴) سال تک مسلسل آپ مدرسہ امینیہ کے منصب اہتمام پر فائز رہے، اور مدرسہ امینیہ کو علمی اعتبار سے اوج ثریا تک پہونچا دیا، آپ کے زمانے میں مدرسہ امینیہ دہلی ہی نہیں ملک کے ممتاز مدارس میں شمار کیا جاتا تھا(الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام ج ۸ ص ۱۳۳۲)

مدرسہ عالیہ فتحپوری کا اہتمام: اسی طرح مدرسہ عالیہ فتحپوری مسجد دہلی کا اہتمام بھی حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کے حوالے کیا تھا، آپ کے عہد اہتمام میں مدرسہ عالیہ نے بہت ترقی کی، تعلیمی معیار اس قدر بلند ہو گیا تھا کہ مولوی فاضل کے امتحان میں اس مدرسہ کے طلبہ ہر سال اول نمبر حاصل کرتے تھے اور پنجاب یونیورسیٹی کے تمغہ کے مستحق قرار پاتے تھے (ضمیمہ کفایت المفتی ج ا ص ۴)

ازواج واولاد: آپ کی پہلی شادی مدرسہ عین العلم کے زمانۂ تدریس میں ہوئی تھی، اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے، لیکن دونوں بچپن ہی میں فوت ہوگئے، کچھ عرصہ بعد رفیقۂ حیات بھی داغ مفارقت دے گئیں۔۔۔ پھر دوسرا عقد جناب شرف الدین صاحب کی صاحبزادی سے ہوا، ان سے سات اولاد ہوئی، جن میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں بقید حیات رہیں۔

وفات حسرت آیات: آپ کا سانحۂ وفات ۳۱/ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۲ء میں رات کو ساڑھے دس بجے پیش آیا، اور عمر بھر کا تھکا ماندہ مسافر ابدی نیند سو گیا۔ دوسرے دن تجہیز وتکفین عمل میں آئی، نماز جنازہ حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ نے پڑھائی، جنازہ میں تقریباً ایک لاکھ آدمی شریک ہوئے، مہرولی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جوار میں دفن ہوئے، مولانا احمد سعید اور صاحبزادۂ محترم مولانا حفیظ الرحمن واصف نے جسد مبارک کو لحد میں اتارا۔ اور مغرب کے وقت جب سورج ڈوب رہا تھا علم وفن کا یہ آفتاب بھی غروب ہو چکا تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لوح مزار پر یہ مادۂ تاریخ آج بھی ثبت ہے: ہو گیا گل آہ دہلی کا چراغ (۱۳۷۲ھ)

تصانیف: مختلف علمی، درسی، فتویٰ نویسی، ملی اور سیاسی مصروفیات کے ہجوم میں آپ کو یکسوئی کے ساتھ تصنیف وتالیف کے مواقع کم میسر آئے، اس کے باوجود آپ نے کئی اہم کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، مثلاً:

☆ کفایت المفتی (آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ)

☆ تعلیم الاسلام (چار حصے، اب یہ چاروں حصے ایک ہی جلد میں شائع ہورہے ہیں) سوال وجواب کی شکل میں، بچوں کے لئے بے حد مفید کتاب ہے، ہر مدرسہ کے دینیات کے نصاب میں مفتی صاحب کی یہ کتاب لازمی طور پر شامل ہے، کوئی بچہ اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت شیخ الہندؒ کے حالات پر ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔

☆ ایک رسالہ کا نام ہے "مسلمانوں کے مذہبی وقومی اغراض کی حفاظت" یہ رسالہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔

☆ علاوہ رسائل وجرائد بالخصوص البرہان میں آپ نے بہت سے مضامین ومقالات لکھے۔

(ضمیمہ کفایت المفتی ج ا ص ۵)

۱۱-مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ[60]۔

۱۲-مولانا حافظ احمد سعید دہلویؒ[61]۔

-----حواشی---

[60] -مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء (تقریباً) میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے، "میر" ان کی قوم ہے، تخلص نہیں ہے، شعر وشاعری سے ان کو کوئی نسبت نہ تھی، آپ کے والد ماجد قادر بخش صاحب شہر کے اہم اور معزز رئیس تھے، ٹھیکیداری کا کام کرتے تھے، سیالکوٹ میں خاصی جائداد کے مالک تھے، شروع میں اسکول اور کالج کی تعلیم پائی، مگر ایف اے میں اس تعلیم کا سلسلہ منقطع کرکے ہمہ تن عربی واسلامی تعلیم میں منہمک ہوگئے، سیالکوٹ میں مولانا غلام حسن صاحب سلفی مسلک کے عالم باعمل تھے، ان سے تعلیم حاصل کی، پھر استاذ پنجاب مولانا حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی سے حدیث پڑھی، اسی دوران میں والدہ نے خواہش ظاہر کی کہ رمضان آرہاہے کیاہی اچھاہو تا اگر ابراہیم تراویح میں قرآن مجید سناتا، والدہ کی آرزو اور طبعی میلان کی بناپر فوراً قرآن مجید یاد کرنا شروع کیا، اور حیرت انگیز طور پر صرف ایک ماہ میں یاد کرلیا، پھر دہلی جاکر حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ سے حدیث کی سند لی اور کچھ عرصے مدرسہ رحمانیہ دہلی میں مدرس بھی رہے، بعد ازاں (۱۹۴۷ء سے قبل ہی) سیالکوٹ تشریف لے آئے۔

سلفی المسلک ہونے کی وجہ سے اکثر مقامی مبتدعین سے کشمکش رہتی تھی، اس لئے والد محترم نے بسہولت اپنی نماز وغیرہ ادا کرنے اور تعلیم وتدریس کے لئے علٰحدہ مسجد بنوادی جس میں آخر عمر تک شغل تدریس جاری رکھا، عوام کے لئے بعد نماز فجر درس قرآن دیا کرتے تھے، علاوہ ازیں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے ساتھ مل کر بھی اور علٰحدہ بھی مخالفین اسلام کے ساتھ بہت سے مناظرے کئے۔

شروع میں آپ سیاسی نظریات کے لحاظ سے جمعیۃ علماء ہند سے متفق رہے، لیکن بعد میں تحریک پاکستان کے زبردست حامی ہوگئے تھے۔

آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد اسی (۸۰) کے قریب ہے، جن میں سے شہادۃ القرآن (مسئلۂ حیات مسیح)، واضح البیان (تفسیر سورۂ فاتحہ)، تبصیر الرحمن (تین ابتدائی پاروں کی تفسیر) اور سیرۃ المصطفیٰ انتہائی قابل قدر ہیں۔

آپ نے مختلف اوقات میں تین شادیاں کیں مگر اولاد سے محروم رہے۔ جب کہ دوسرے بھائی کثیر العیال تھے، دوہی بھائی تھے۔

جنوری ۱۹۵۶ء میں سیالکوٹ میں آپ کی وفات ہوئی، اور سیالکوٹ ہی میں دفن کئے گئے (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۱۰۶، ۱۰۵ بروایت جناب پروفیسر ساجد میر صاحب سیالکوٹ، ومولانا محمد اسمٰعیل صاحب امیر جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان)

[61] -بلند پایہ مفسر اور سحر البیان خطیب تھے، اور اسی نسبت سے سحبان الہند کہلاتے تھے، آپ کی ولادت ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں کوچہ ناہر خان علاقہ دریاگنج دہلی میں ہوئی، والد ماجد کا اسم گرامی نواب مرزا تھا، وہ زینت المساجد میں امام تھے، اور مکتب بھی پڑھاتے تھے، آپ کے دادا خواجہ نواب علی دہلی کے ایک صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، آپ کے مورث اعلیٰ اکبر بادشاہ کے زمانے میں عرب سے کشمیر میں آئے، پھر شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں یہ خاندان کشمیر سے آگرہ آیا، کچھ عرصے وہاں رہ کر دہلی میں منتقل ہوا، آپ کے آباء واجداد کو مغل دربار میں رسائی حاصل تھی، اور خواجہ زادہ مغل کا خطاب عطا ہوا تھا۔

۱۳- مولانا سید کمال الدینؒ۔

ابتدائی تعلیم مولوی عبد المجید مصطفیٰ آبادی سے حاصل کی، اور تکمیل حفظ قرآن کی دستار بندی مدرسہ حسینیہ بازار مٹیا محل دہلی میں ہوئی، مدرسہ حسینہ میں مناظرہ کی بھی مشق کرائی جاتی تھی، آپ نے حفظ قرآن سے فارغ ہوتے ہی مناظرے کی بھی کچھ مشق شروع کر دی، اسی طرح مولانا ابراہیم واعظ دہلوی اور مولانا عبد الرحمن ناسخؔ کا وعظ سنتے سنتے زمانۂ حفظ قرآن سے ہی وعظ کہنے لگے۔

آپ کی عمر قریب بائیس (۲۲) برس ہوئی کی ہوئی تو والد محترم کا انتقال ہو گیا، شادی اس سے پہلے ہو چکی تھی، والد کے انتقال سے گھر کا سارا بار آپ پر ہی آ گیا، ذریعۂ معاش یا تو تار کشی کا کام تھا یا وعظ کا نذرانہ، لیکن آپ نے تعلیم موقوف نہیں کی، عربی کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب سکندر آبادی ثم رائپوری سے پڑھیں، پھر ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں مدرسہ امینیہ (سنہری مسجد) میں داخلہ لیا، اور ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

فارغ التحصیل ہونے سے پہلے بھی آپ بطور معین مدرس مدرسہ میں پڑھاتے تھے، اور بعد میں کافی عرصے تک پڑھاتے رہے، پھر آپ نے کٹرہ ہدو محلہ فراش خانے میں تقریباً چودہ (۱۴) برس تک ترجمۂ قرآن بیان فرمایا۔

آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز جمعیۃ علماء ہند کے قیام سے ہوا، جمعیۃ علماء ہند کے پہلے ناظم مقرر ہوئے، ۱۹۲۱ء میں آپ پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے، ۲۸/ ستمبر ۱۹۲۲ء کو رہا ہوئے، تحریکات آزادی کے دور میں آپ کو آٹھ (۸) مرتبہ گرفتار کیا گیا، ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۲ء کی تحریک میں علی الترتیب دو مرتبہ آپ حضرت مفتی اعظمؒ کے ساتھ گجرات جیل میں اور ملتان جیل میں بھی رہے، آپ ۱۹۳۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کی نظامت سے مستعفی ہو گئے۔

نہایت اعلیٰ درجہ کے خطیب اور شیریں بیان واعظ تھے، تین ساڑھے تین گھنٹے تک وعظ کہنا آپ کے لئے کچھ مشکل نہ تھا، خاص دلی کی ٹیکسالی زبان میں آپ تقریر کرتے تھے۔۔۔

حضرت مفتیٔ اعظم کی وفات کے بعد تقریباً ڈھائی سال تک آپ مدرسہ امینیہ کے اعزازی مہتمم رہے۔۔۔ شرکت مؤتمر حجاز کے لئے آپ بھی ۱۹۲۶ء میں وفد جمعیۃ علماء کے ایک رکن کی حیثیت سے حضرت مفتی اعظم کے ساتھ حجاز تشریف لے گئے۔

علم وفضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وجاہت اور تن و توش بھی عطا فرمایا تھا۔

جوانی میں ہی مرض سل ہو گیا تھا، ڈاکٹروں نے تقریر سے منع کیا تھا، اس وقت لاؤڈ اسپیکر نہیں آیا تھا، بولنے میں قوت زیادہ صرف ہوتی تھی، مگر عمر بھر آپ تقریریں کرتے رہے۔

مورخہ ۴/ دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق ۳/ جمادی الثانیۃ ۱۳۷۹ھ بروز جمعہ بعد نماز مغرب حرکت قلب بند ہو گئی، اور وہ بلبل ہزار داستاں جس کی شیریں بیانی کا ڈنکا نصف صدی تک بجتا رہا، سات بج کر دس منٹ پر خاموش ہو گیا دوسرے دن ہفتہ کو مہرولی میں حضرت مفتی اعظمؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں، مثلاً: خدا کی باتیں، تقریر سیرت، جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا وغیرہ۔ لیکن سب سے اہم آپ کی اردو تفسیر قرآن ہے، آپ نے ایک اہلیہ چار فرزند اور چار صاحبزادیاں چھوڑیں (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۱۰۷ تا ۱۱۰ بحوالہ "مفتی اعظم کی یاد")

۱۴-مولانا محمد قدیر بخش بدایونیؒ[62]۔

۱۵-مولانا سید تاج محمود صاحب سندھیؒ۔[63]

---حواشی---

62 -ایک مستند عالم دین تھے، آپ کے والد ماجد مولانا عبد القادر بدایونیؒ سے بیعت تھے، مولانا محمد قدیر بخش مولانا عبد المقتدر کے مخصوص تلمیذ اور مرید تھے، بدایوں میں درس و تدریس میں مشغول رہے، آخر عمر میں مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں صدر مدرس رہے، تقسیم کے بعد کراچی چلے گئے، جہاں کچھ عرصے بعد تقریباً ستر (۷۰) برس کی عمر میں انتقال فرمایا(جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۱۱۱ بروایت مولانا خواجہ غلام نظام الدین صاحب بدایونیؒ)

63 -حضرت مولانا تاج محمود ابوالحسن موضع امروہٹ (سندھ) کے ایک متبحر فاضل ولی کامل اور ہزاروں انسانوں کے تکیہ گاہ تھے، خانوادہ سادات سے تعلق رکھتے تھے، ان کا شجرہ نسب شیخ عبد القادر جیلانی کے چوتھے فرزند سید محمد رضا سے ملتا ہے، مولانا امروٹی کے والد گرامی کا نام سید عبد القادر عرف بھورل شاہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت سندھ کے ضلع خیر پور کے شہر پریالو کے نزدیک ایک چھوٹے سے گاؤں دیوانی میں ہوئی۔ ان کی تاریخ ولادت کا تعین نہیں ہو سکا۔ البتہ کچھ روایات کے مطابق ان کی ولادت سن ۱۸۵۷ء یا ۱۸۵۸ء (۱۲۷۳ھ یا ۱۲۷۴ھ) میں ہوئی تھی، مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے سندھ کے مشاہیر علما سے کسب فیض کرتے رہے۔ مولانا امروٹی اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لیے پنجاب کے کچھ نامور علما کرام کے پاس گئے اور عالمانہ اسناد حاصل کیں۔

درسی کتب سے فراغت کے بعد اپنے والد سے سلوک کی راہ و رسم حاصل کرنے لگے، مگر ان کی وفات کے بعد اس دور کے قطب الاقطاب حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا، حافظ صاحب جنید وقت تھے، وہ توراشدی قادری طریقت کے شیخ تھے حافظ صاحب کی وفات ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد مولانا تاج محمود بھرچونڈی سے منتقل ہو کر سکھر سندھ کے چھوٹے سے گاؤں، امروٹ، میں مقیم ہو کر طالبان کو اپنے روحانی فیوض سے سیراب کرتے رہے۔ مولانا امروٹی کے خلفاء میں مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا عبد العزیز صاحب تھرپچانوی، مولانا میاں محمد صالح بانجی والے اور مولانا حماد اللہ ھالیجوی شریف والے نہایت مشہور بزرگ گزرے ہیں جن کا فیض سندھ اور پنجاب تک پھیلا ہوا ہے۔ امروٹی کے دور میں سندھ میں ہندو نہایت مالدار اور تعلیم یافتہ طبقات سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے آپ نے سندھ کے ہندوؤں میں تبلیغ دین کے کام کو منظم کیا، اس سلسلے میں انہوں نے قرآن مجید کا صرف سندھی ترجمہ الگ سے شائع کروایا، تاکہ وہ غیر مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ مطالعہ کے لیے دیا جاسکے، تحریک آزادی میں کام کرنے والے ہندو کارکن بھی اس آزادی کے مرکز، امروٹ شریف آتے رہتے تھے اور ان میں کافی تعلیم یافتہ لوگ حضرت کی تبلیغ اور اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے جن کی تعداد بعض روایات میں 7000 تک بتائی گئی ہے۔ آپ کے ہزاروں ہزار کے مریدین و متوسلین تھے، زبردست روحانی طاقت کے مالک تھے، عجیب و غریب تصرفات آپ کی جانب منسوب ہیں، بڑے صاحب کرامات تھے، ہندوستان کی صف اول کے رہنماؤں میں تھے، حضرت شیخ الہندؒ کئی مرتبہ مرحوم کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، اور وہیں بیٹھ کر بہت سے ٹھوس کام انجام دیئے۔ مرحوم کی متعدد تصنیفات کے علاوہ ہندی زبان میں ترجمۂ قرآن بھی ہے، جو کئی مرتبہ چھپ

۱۶-مولانا محمد ابراہیم دربھنگوی رحؒ [64]۔

۱۷-مولانا خدابخش مظفرپوری رحؒ [65]۔

کرشائع ہوچکاہے۔ صوبۂ سندھ میں کئی مساجد کاتحفظ آپ کی کوششوں کی مرہون منت ہے،غرض وہ ہندوستان کے چشم وچراغ تھے حکومت نے ایک بار پیر صاحب کوشبہ کی بنیادپر گرفتار کیاتھا مگر پھر چھوڑدیا، آپ نے تحریک خلافت ، تحریک جمعیۃ اور مختلف ملی تحریکات کی قیادت فرمائی،اس دور کی کوئی تحریک آپ سے بے نیاز ہوکر آگے نہیں بڑھ سکتی تھی،افسوس آج کی نسل اتنی عظیم شخصیت کورفتہ رفتہ بھولتی جارہی ہے، آپ پر جلال کاغلبہ تھا،کسی بدبخت نے آپ کوزہر دے دیاتھااسی کے اثر سے آپ کی وفات ۵ /نومبر ۱۹۲۹ء (۳/ جمادی الثانیۃ ۱۳۴۸ھ) کو ہوئی، آپ نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی،ایک بچہ حسن شاہ رحؒ عین عنفوان شباب میں فوت ہوگیاتھا، (آزاددائرۃ المعارف ویکی پیڈیابحوالہ مضمون تاج الاولیا حضرت تاج محمودامروٹی ،☆تذکرہ مشاہیر ہند کاروان رفتہ ص ۶۳ مؤلفہ مولانااسیر ادروی☆جمعیۃ علماءہندپر تاریخی تبصرہ ص ۱۱۲،۱۱۱بحوالہ سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۱۳ /نومبر ۱۹۲۹ء)

[64] -محلہ دمدمہ دربھنگہ کے رہنے والے تھے،انصاری برادری سے تعلق تھا،آپ کے والد منشی ظہورالدین صاحب شہر کے ممتاز تاجروں میں تھے، آپ کی ولادت ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۱ء) میں ہوئی،ابتدائی تعلیم گھرہی پر مولوی محمد نبی بخش سے حاصل کی،جوفارسی کے اچھے اور ممتاز اساتذہ میں سے تھے،پھر مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخل ہوکرعلوم عربیہ کی تکمیل کی، حدیث کی کتابیں حضرت مولاناسید مرتضیٰ حسن چاندپوری رحؒ سے پڑھیں،جواس زمانے(۱۳۲۷ھ اور۱۳۲۸ھ م۱۹۰۹ء و۱۹۱۰ء تقریباً) میں وہاں صدر مدرس تھے، حضرت مولاناعبدالوہاب صاحب سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں، ابتداہی سے منطق کے ذوق کاغلبہ تھا،فراغت کے بعداس کی تکمیل کے لئے ٹونک تشریف لے گئے، ملت اسلامیہ کی صلاح وفلاح اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے، بہار کے دورہ میں علی برادران کے ساتھ پوراپوراتعاون کیا، خلافت اور انگورہ کی تحریک میں دربھنگہ اور بہار کے دوسرے مقامات میں بیش بہاخدمات انجام دیں، دربھنگہ میونسپل بورڈ کے کمشنر اورڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر کی حیثیت سے شہرومضافات میں بہت سے اصلاحی کام انجام دیئے، حضرت مولانامحمد سجادؒ کی معیت وشرکت میں صوبۂ بہار میں بالعموم اوردربھنگہ میں بالخصوص جمعیۃ علماء اور کانگریس کے لئے کام کرتے رہے، دربھنگہ کی سیاسی سرگرمی آپ کے دم سے قائم تھی۔

آخر عمر تک یتیم خانہ انجمن اسلامیہ دربھنگہ کے مہتمم رہے،یہ یتیم خانہ پہلے مدرسہ امدادیہ ہی کے اندر تھا مولاناابراہیم صاحب ہی نے یتیم خانہ کوعلٰحدہ کرکے مدرسہ کے پچھم کی طرف مستقل عمارت کی تعمیر کی،اوراس کو مستقل مدرسہ کی شکل دے دی، اوراس کوبڑی ترقی دی،۔۔۔ آپ کی وفات عین عالم جوانی میں ۲۴ / محرم الحرام ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰ /مارچ ۱۹۰۶ء کووطن مالوف میں ہوئی،پسماندگان میں دولڑکے اورایک لڑکی چھوڑے(جمعیۃ علماء ہندپر تاریخی تبصرہ ص ۱۱۲تا۱۱۴ بروایت مولوی صغیراحمد صاحب داماد مولاناابراہیم صاحب رحؒ محلہ مہراج گنج دربھنگہ وحضرت مولانامحمد عثمان صاحب مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ)

[65]-اسم گرامی: خدابخش،والد کانام: محمد حسن، مظفرپور محلہ اسلام پورہ کے باشندے تھے، سن پیدائش ۱۸۶۹ء م ۱۲۸۵ھ ہے، سن وفات ۱۹۳۶ء م ۱۳۵۵ھ ہے ،رائس برادری سے تعلق تھا، ابتدائی سے لیکر متوسطات تک کی تعلیم جامع العلوم مظفرپور میں حاصل کی،اوراسی

۱۸-مولانامولیٰ بخش امرتسریؒ۔

۱۹-مولاناعبدالحکیم گیاویؒ[66]۔

زمانہ میں حضرت مولانانصرؔ کے حلقۂ تعلیم وتربیت میں داخل ہوئے، ان کے خاندان میں پہلے سے علم دین بالکل نہیں تھا، تھوڑی بہت ہندی اور انگریزی تعلیم ضرور تھی، ان کے بڑے بھائی منشی رحیم بخش ڈاک خانہ کے پوسٹ ماسٹر تھے، غالباً اسی لئے بڑی عمر میں جاکر انہوں نے تعلیم شروع کی، حضرت نصرؔ نے ان کی سرپرستی قبول فرمائی، مظفرپور کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے کانپور تشریف لے گئے، یہاں سے بھی حضرت نصرؔ سے مراسلت جاری رکھی، کانپور کے بعد دیوبند میں داخل ہوئے، اور شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ م نومبر ۱۹۰۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، مسلکاً حنفی المذہب تھے، عقیدہ بہت پختہ تھا، مزاج میں تھوڑی سختی تھی، آپ نے مظفرپور میں فیض عام کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا، مدرسے کے سلسلے میں اکثر رنگون اور کلکتہ وغیرہ کا سفر کرتے تھے، مدرسہ تقریباً بیس(۲۰) سال جاری رہا اور مولانا کی وفات کے بعد بند ہوگیا، آپ نے دوشادیاں کیں، مگر کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی، پہلی بیوی سے ایک لڑکی اور دوسری سے دولڑکیاں ہوئیں، بڑی لڑکی کی شادی جناب محمد اسمٰعیل صاحب محلہ اسلام پور سے ہوئی، باقی دولڑکیوں کی شادیاں مولانا کے انتقال کے بعد ہوئیں۔

مولانا کے بڑے داماد جناب اسمٰعیل صاحب کا بیان ہے کہ مولاناریاض احمد بتیاویؒ فرماتے تھے کہ:

"مولاناخدابخشؒ میرے ساتھیوں میں تھے، اور مولاناعبدالشکور آہؔ مظفرپوریؒ سابق صدر مدرس مدرسہ جامع العلوم مظفرپور بعدہ مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ اور مولانابشارت کریم گڑھولویؒ بھی مولانا کے معاصر ورفیق تھے۔"

جمعیۃ علماء ہند کے قیام میں آپ نے بنیادی رول ادا کیا تھا، آپ جمعیۃ علماء ہند کے اولین قائدین اور بانیوں میں تھے (جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ، مؤلفہ مولاناحفیظ الرحمن واصفؔ مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی ص ۱۱۴، ۱۱۵ ☆ وتذکرہ حضرت آہؔ مظفرپوریؒ ص ۱۳۱ مؤلفہ اختر امام عادل قاسمی)

[66] -مولاناعبدالحکیم اوگانوی ضلع پٹنہ کے ایک مشہور گاؤں "اوگانواں" کے رہنے والے تھے، نسباً شیخ صدیقی اور مسلکاً حنفی تھے، والد ماجد کا نام مولوی کریم بخش تھا، ولادت موضع شکرانوں ضلع پٹنہ میں ماہ ربیع الآخر ۱۳۰۳ھ / جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اس کے بعد تحصیل علم کے لئے موضع گیلانی تشریف لے گئے، اور وہیں حفظ قرآن کی دولت حاصل کی، پھر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد تشریف لے گئے، اور حضرت مولاناابوالمحاسن محمد سجاد نائب امیر شریعت بہار واڑیسہ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے، معقول ومنقول کی تمام اونچی کتابیں حضرت مولاناہی سے پڑھیں، اور سند فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد مدرسہ نصرۃ الاسلام الہ آباد میں مدرس ہوگئے۔

آپ کی شادی موضع "اوگانواں" ضلع پٹنہ میں جو آپ کے مولد سے دومیل کے فاصلے پر ہے، مولوی وزیرالدین صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی، اور وہیں سکونت پذیر ہوگئے۔

۱۳۲۹ھ میں جب مفکر اسلام حضرت مولاناابوالمحاسن محمد سجادؒ نے محسوس کیا کہ صوبہ بہار میں ایک دینی درسگاہ کی ضرورت ہے، اور مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کی مدرسی ترک فرماکر گیا تشریف لائے، تومولاناعبدالحکیم بھی مدرسہ نصرت الاسلام سے مستعفی ہوکر ان

۲۰-مولانا محمد اکرام خان کلکتویؒ[67]۔

۲۱۔ مولانا منیر الزماں اسلام آبادیؒ۔

۲۲-مولانا مفتی محمد صادق صاحب کراچویؒ[68]۔

کے ہمراہ چلے آئے، اور حضرت الاستاذ کے ساتھ قیام مدرسہ اور دیگر امور میں ہمیشہ دست راست بنے رہے۔

درس نظامی کے جید الاستعداد استاذ تھے، تقریر و تحریر کا بھی خاصا ذوق تھا، نہایت سلجھی اور مرتب تقریر کرتے تھے، تحریر بھی نہایت شگفتہ اور رواں لکھتے تھے، انہی صلاحیتوں کی بناپر حضرت مولانا سجادؒ نے اپنے قائم کردہ مدرسے "انوار العلوم" گیا میں ان کو پہلے مدرس بنایا، پھر ان کی انتظامی صلاحیت اور اپنی مصروفیت کی بناپر مدرسے کا اہتمام بھی ان کے سپرد کر دیا، اور خود نگراں رہے۔ اور بھی مختلف جگہوں پر اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتے تھے۔

زندگی بھر جمعیۃ علماء ہند کے رکن رہے، مدتوں جمعیۃ علماء بہار کے نائب ناظم رہے۔

ان کا انتقال حضرت مولانا سجاد کی وفات کے تقریباً چھ ماہ بعد مورخہ ۱۲ / ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۹ / اپریل ۱۹۴۱ء کو بمقام اوگانواں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے، پسماندگان میں ایک اہلیہ محترمہ، دو فرزند اور ایک صاحبزادی چھوڑی، آپ کے اہل وعیال پاکستان منتقل ہوگئے تھے (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۱۱۵ تا ۱۱۸ بحوالہ مولانا مقصود عالم صاحب شاگرد مولانا عبدالحکیم صاحب ساکن نادرہ گنج گیا، بتوسط مولوی اصغر حسین صاحب مولانا اسٹور بزازہ روڈ شہر گیا)

[67] -مولانا محمد اکرم خان اپنے وقت کے نہایت ممتاز صحافی تھے، کلکتہ سے دو اخبار نکالتے تھے، اخبار محمدی بزبان بنگلہ، اور اخبار زمانہ بزبان اردو۔ تقسیم کے موقعہ پر وہ مشرقی پاکستان منتقل ہوگئے تھے (جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۱۱۸ بروایت مولانا محمد عثمان غنی صاحب) باقی حالات کا علم نہ ہو سکا۔

[68] -مفتی محمد صادق صاحب کی ولادت محلہ کھڈہ کراچی میں ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں ہوئی، اور وفات ۶ / شوال المکرم ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۸ / جون ۱۹۵۳ء میں ہوئی، آپ کے والد ماجد مولانا عبداللہ بن عبدالکریم کراچی کے ایک بااثر اور خداترس بزرگ تھے، انہوں نے محلہ کھڈہ میں درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا، اور کراچی کی مشہور دینی درسگاہ مظہر العلوم ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں جاری کی جس کو آگے چل کر حضرت مولانا محمد صادق صاحب نے زبردست ترقی دی۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، مزید تعلیم کے لئے مولانا مولوی احمد الدین چکوالی صاحب مقرر ہوئے، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، اور حضرت مولانا غلام رسول ہزارویؒ کے پاس تکمیل تعلیم کی، اور ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے، فراغت کے بعد مدرسہ مظہر العلوم سے وابستہ ہوگئے، حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک ریشمی رومال کے آٹھ ہیڈ کوارٹروں میں سے ایک کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی، جب ترکوں کے خلاف انگریزی فوج کی کمک کے لئے کیپٹن ٹاؤن شنڈ کی کمان میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) ہندوستانی فوج بلوچستان کے راستے روانہ ہوئی، تو مولانا موصوف کے فتوے اور اشارے پر مینگل قبائل نے بغاوت کر دی، اس جرم میں مولانا کو ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۴ء میں گرفتار کر لیا گیا، اور

۲۳-مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنویؒ[69]۔

۲۴۔ مولانا سید محمد اسماعیل صاحب غزنویؒ[70]۔

۲۵-مولانا آزاد سبحانیؒ۔

۲۶-مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ۔[71]

تقریباً تین سال بمبئی کے قریب ایک مقام "کاروار" میں نظر بند رہے۔

آپ نے کراچی میں جمعیۃ علماء ہند کی شاخ جمعیۃ علماء کراچی قائم کی، اور اس کے صدر رہے، نیز جمعیۃ علماء ہند کی مرکزی مجلس عاملہ کے بھی رکن رہے، دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے بھی رکن تھے، آپ نے شدھی سنگھٹن تحریک کے مقابلے کے لئے کراچی میں ایک تبلیغی مرکز قائم کیا، جہاں سیکڑوں غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

جب ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں جمعیۃ الانصار دیوبند قائم ہوئی تو مولانا عبید اللہ سندھی کے سرگرم رفیق کار مولانا محمد صادق اور مولانا احمد علی تھے۔ آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقدہ ۱۶، ۱۷/ ستمبر ۱۹۴۵ء نے ایک آل انڈیا مسلم پارلیمنٹری بورڈ بنایا تھا، اس کے ۲۳ ممبروں میں سے ایک ممبر مولانا موصوف بھی تھے۔

قیام پاکستان سے قبل ضلع حیدر آباد سندھ کے ایک قصبہ لواری میں وہاں کے گمراہ پیروں نے ایک مکروہ رسم کی بناڈالی تھی یعنی ۹/ ذی الحجہ کو وہاں حج کے مناسک ادا کرتے تھے اور اس میں شریک ہونے والوں کو حاجی کہا جاتا تھا، مولانا مرحوم نے اس مصنوعی حج کے خلاف زبردست جہاد کیا، اور اس کے رد میں ایک رسالہ بھی لکھا، جس کا نام "کلمۃ الحق" ہے، بالآخر حکومت سندھ نے اس اجتماع پر مستقل پابندی عائد کردی۔

آپ نے تین نکاح کئے، پہلی سے ایک صاحبزادہ، دوسری سے نو(۹) لڑکیاں اور تیسری سے دو لڑکے اور پانچ(۵) لڑکیاں پیدا ہوئیں (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص۱۱۹ تا ۱۲۱ بروایت مولانا حافظ محمد اسمعیل صاحبزادۂ محترم مولانا مرحوم)

[69] -مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کے والد ماجد کا نام مولوی عبد الجبار غزنوی اور دادا کا نام مولوی سید عبد اللہ غزنوی ہے، امرتسر کے باشندہ تھے، آپ کے دادا مولانا سید عبد اللہ علمائے اہل حدیث میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، اور صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ کا خاندان سادات ہے، آباء واجداد غزنی سے امرتسر آکر آباد ہوگئے تھے، اس لئے غزنوی کہلاتے تھے، دادا محترم نے لاہور میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا تھا، اس میں تاحیات خدمت انجام دی، دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہوئی، مولانا کا انتقال غالباً دسمبر ۱۹۶۳ء میں ہوا (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۱۲۲ بروایت مولانا محمد اسمعیل صاحب امیر جماعت اہل حدیث مغربی پاکستان گوجرانوالا)

[70] -آپ مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کے چچازاد بھائی تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے: مولوی اسمعیل ولد مولوی عبد الماجد ولد مولوی عبد اللہ غزنوی، آپ امرتسر سے لاہور چلے گئے تھے، ۱۹۴۷ء کے بعد سیاسیات سے الگ ہوگئے تھے، حکومت حجاز سے آخر تک تعلق رہا، آپ کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہوئی، انتقال غالباً ۱۹۶۲ء میں ہوا، (جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۱۲۲ بروایت مولا احمد اسمعیل صاحب امیر جماعت اہل حدیث مغربی پاکستان گوجرانوالا)

مجلس تاسیس میں حضرت مولانا محمد سجادؒ کی شرکت کا معاملہ

یہ فہرست (حضرت مولانا محمد سجادؒ کا استثناء کرکے) سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کی مرتب کردہ رپورٹ "مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علمائے ہند" سے لی گئی ہے، مولانا شاہ محمد عثمانیؒ کی کتاب "حسن حیات" اور مولانا حفیظ الرحمن واصف دہلویؒ خلف الرشید حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی کتاب "جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ" میں بھی یہ فہرست اسی طرح موجود ہے، اوران حضرات نے بھی یہ فہرست مولانا احمد سعید دہلویؒ کی مذکورہ بالا کتاب ہی سے لی ہے[72]۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس رپورٹ میں شرکاء کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کا نام موجود نہیں ہے، اوراسی بناپر یہ خیال پیدا ہوا کہ مولانا سجاد صاحبؒ اس اجلاس میں شریک نہیں تھے، جیسا کہ مولانا حفیظ الرحمن واصف لکھتے ہیں کہ:

> "مختصر حالات انعقاد" میں جن علماء کرام کی موجودگی ظاہر کی گئی ہے ان کی تعداد پچیس (۲۵) ہے لیکن ان کے علاوہ دو حضرات ایسے بھی ہیں جن سے ہم کسی طرح صرف نظر نہیں کرسکتے، ایک مولوی مظہر الدین ایڈیٹر الامان، دوسرے حضرت ابوالمحاسن مولانا محمد سجاد قدس سرہ (نائب امیر الشریعۃ صوبہ بہار)
>
> حضرت مولانا محمد سجاد صاحب قدس سرہ المتوفی ۱۸/ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ بمقام پھلواری شریف گرچہ اس موقعہ پر دہلی تشریف نہیں لاسکے مولانا عبدالحکیم گیاوی

71۔ مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند ص ۵ مرتبہ حضرت مولانا احمد سعید دہلوی ناظم اول جمعیۃ علماء ہند، محبوب المطابع دہلی ☆ حسن حیات ص ۴۸ مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ ☆ جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۴۴ مرتبہ مولانا حفیظ الرحمن واصف ☆ حیات سجاد ص ۱۰۱ مضمون مولانا حافظ احمد سعید دہلویؒ۔

البتہ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ آخر الذکر حیات سجاد کے علاوہ اول الذکر تینوں کتابوں میں شرکاء کی فہرست میں حضرت مولانا سجادؒ کا نام مذکور نہیں ہے، بلکہ صرف آپ کے نمائندہ اور تلمیذ مولانا عبدالحکیم کا نام ذکر کیا گیا ہے، جب کہ خود مولانا احمد سعید دہلویؒ (مرتب حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند) نے ہی حیات سجاد میں اپنے مضمون میں مولانا سجاد کی شرکت کا تذکرہ کیا ہے، اس لئے دونوں قسم کے تذکروں کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس فہرست میں مولانا سجاد کا نام بھی شامل کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

72 ۔جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۴۵ مرتبہ مولانا حفیظ الرحمن واصف

جو ان کے خاص شاگرد اور معتمد رفیق کار تھے، ان کے نمائندے اور قائم مقام کی حیثیت سے خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے دہلی تشریف لائے تھے اور جمعیۃ کی تاسیس والے اجتماع میں بھی شریک ہوئے تھے، لیکن ابتدائی تخیل میں مولانا سجادؒ کا عظیم الشان کردار ہے [73]۔

مولانا حفیظ الرحمن واصف صاحب ایک دوسری جگہ اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"۱۹۱۹ء میں جب علماء کے اجتماع بمقام دہلی کا منصوبہ طے پایا، تو حضرت مولانا سجاد صاحب بہار کے سیاسی معاملات میں ایسے الجھے ہوئے تھے، کہ ایک دن کے لئے بھی باہر نہیں جاسکتے تھے مجبوراً اپنی جگہ پر مولانا عبدالحکیم صاحب کو اپنا پیام اور مشورہ دے کر بھیجا اس کے بعد آخری دم تک جمعیۃ علماء ہند کے ہر اہم معاملے میں حضرت مولاناؒ خود شریک ہوتے رہے" [74]

مولانا واصف صاحبؒ نے اس کی تائید میں سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی صاحبؒ کا ایک بیان بھی نقل کیا ہے کہ:

"دہلی میں اس وقت خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے اگرچہ بہت علماء آئے تھے مگر ہماری میٹنگ میں صرف اتنے ہی علماء شریک ہوئے، جتنے رپورٹ مطبوعہ میں درج ہیں [75]۔

حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ کی شہادت

لیکن حضرت سحبان الہندؒ کا یہ بیان خود انہی کے ایک مضمون سے جس کا ذکر اوپر "حیات سجاد" کے حوالے سے آیا ہے، شک کے دائرہ میں آجاتا ہے، یہ مضمون انہوں نے حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کی

----حواشی----

73 ۔جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص۶۹، ۷۰۔

74 ۔جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص۱۱۶۔

75 ۔حسن حیات ص۵۰۔

وفات پر تحریر فرمایا تھا جس میں انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ اسی خلافت کانفرنس میں حضرت مولانا سجادؒ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے بلکہ جمعیۃ کی اس تاسیسی نشست میں حضرت مولاناؒ کی تقریر اور اس کی اثر انگیزی کا بھی حوالہ دیا ہے، کہ کوئی آنکھ اور کوئی دل نہیں تھا جس نے اس تقریر کا اثر قبول نہ کیا ہو، اور غالباً اسی لئے یہ ملاقات ان کے لئے ناقابل فراموش بن گئی تھی، مولانا احمد سعید صاحبؒ رقمطراز ہیں کہ:

"مولانا مرحوم سے سب سے پہلی ملاقات جہاں تک مجھے یاد ہے، خلافت کانفرنس میں ہوئی یہ خلافت کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی تھی اسی خلافت کانفرنس میں بعض اہل علم نے یہ مشورہ کیا کہ ہندوستان کے علماء کی تنظیم ہونی چاہئے۔۔۔ چنانچہ علماء کی ایک مختصر اور مخصوص جماعت کا خفیہ اجتماع دہلی کے مشہور بزرگ سید حسن رسول نماؒ کی درگاہ پر منعقد ہوا اس میں تمام حضرات نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے اس جلسہ میں ایک مختصر تقریر فرمائی تھی، اس تقریر کا ایک ایک لفظ مولاناؒ کے جذبات ایمان کا ترجمان تھا، حاضرین کی تعداد اگرچہ دس بارہ آدمیوں سے زیادہ نہ تھی، لیکن کوئی آنکھ اور کوئی دل ایسا نہ تھا جس نے اثر قبول نہ کیا ہو[76]"

اسی طرح جمعیۃ علماء ہند کے پہلے اجلاس امرتسر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس کا پہلا جلسہ امرتسر میں خلافت کانفرنس کے ساتھ منعقد ہوا،۔۔جمعیۃ کے اس پہلے اجلاس میں بھی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد مرحوم شریک ہوئے اور انہوں نے اپنے خیالات کا پھر اعادہ فرمایا"[77]

بلاشبہ مولانا احمد سعید دہلویؒ کو مولانا سجادؒ کے ساتھ جو گہری وابستگی تھی اور اس دن کی لذت تقریر کا جس انداز میں انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر کم امکان ہے کہ اس بیان میں مولاناؒ سے سہو ہوا ہو،

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔

76 -حیات سجاد ص ۱۰۱ مضمون مولانا حافظ احمد سعید دہلویؒ۔

77 -حیات سجاد ص ۱۰۱ مضمون مولانا حافظ احمد سعید دہلویؒ۔

اسی مضمون میں مولانا احمد سعید صاحبؒ حضرت مولانا سجادؒ سے اپنی بے پناہ عقیدت و محبت اور وسیع تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد سجاد مرحوم سے جیسا کہ میں نے عرض کیا، ۱۹۲۰ء سے میرے تعلقات وسیع ہوئے اور ان تعلقات نے اتنی محبت اور وسعت پیدا کرلی، کہ بلا شبہ اگر ان تعلقات کو باپ بیٹے کے تعلقات سمجھا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا، مولاناؒ مجھ سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتے تھے اور میں بھی ان کی عزت اور ان کا احترام باپ کی طرح کرتا تھا، اور بعض جلسوں میں میں نے ان کی موجودگی میں ان تعلقات کا اظہار بھی کیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے خدام میں مجھ سے زیادہ کوئی ان کا رازدار نہ ہو گا، سفر و حضر میں مولانا سے صدہا بار تبادلۂ خیالات کا موقعہ میسر آیا ہے"[78]۔

☆اس کانفرنس میں حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کے شریک نہ ہونے کی بات اس لئے بھی غلط معلوم ہوتی ہے کہ یہ پہلی خلافت کانفرنس تھی، جس میں ہر صوبہ کے ذمہ دار شریک ہوئے تھے، اور تحریک خلافت کی بناء و قیام میں حضرت مولانا سجادؒ کا جو بنیادی کردار رہا ہے، وہ صوبہ کے ذمہ دار بھی تھے، اس کے پیش نظر ناممکن ہے کہ وہ اس اہم ترین بنیادی مجلس سے غیر حاضر رہے ہوں۔

☆جہاں تک مولانا حفیظ الرحمن واصفؔ کے اس خیال کا تعلق ہے کہ "حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ بہار کے سیاسی معاملات میں اس قدر الجھے ہوئے تھے کہ خود تشریف نہ لا سکے"-بظاہر اس خیال میں کوئی معنویت نظر نہیں آتی کیونکہ اس وقت تک بہار میں نہ امارت شرعیہ قائم ہوئی تھی اور نہ مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی، ان دنوں مولانا کی تمام تر مصروفیات تحریک خلافت یا انجمن علماء بہار کے گرد مرکوز تھیں، ان کی ساری توانائی انہی کی ترقی و توسیع کے لئے صرف ہو رہی تھی، اس لئے یہ بات ہر گز قرین قیاس نہیں کہ دہلی میں انہی دونوں (خلافت کانفرنس اور مجلس تاسیس جمعیۃ) کے مرکزی پروگرام ہوں اور آپ ان میں شریک نہ ہوں۔

----حواشی--

78 -حیات سجاد ص ۱۰۳ مضمون مولانا حافظ احمد سعید دہلویؒ۔

رپورٹ "مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند" - پر ایک نظر

جہاں تک اس مطبوعہ رپورٹ کی بات ہے جو مولانا احمد سعید دہلویؒ ہی کے قلم سے "مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند" کے نام سے جمعیۃ علماء کے ابتدائی دنوں میں شائع ہوئی تھی، تو امکان ہے کہ نام کے اندراج میں سہو ہوا ہو، اس لئے کہ ساری کاروائی خفیہ اورزبانی تھی، یہاں تک کہ دعوت نامہ بھی تحریری نہیں تھا، مولانا حفیظ الرحمن واصفؔ نے خود حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ:

"یہ سب کاروائی زبانی اور پرائیوٹ تھی کوئی تحریری دعوت نامہ نہیں تھا۔ اس عہد وپیمان میں کون کون حضرات شریک تھے اب سب کے نام یاد نہیں ہیں ہاں مولانا عبد الباری، مولانا منیر الزماں، مولانا آزاد سبحانی کی موجودگی تو یاد ہے،۔۔۔ احتیاط اس قدر مد نظر تھی کہ کسی صاحب نے اثنائے گفتگو میں انگریزوں کے خلاف کوئی بات کہی تو مولانا ثناء اللہ نے فرمایا، بھئی ذرا آہستہ بولئے "دیوار ہم گوش دارد"[79]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس پہلی میٹنگ کا کوئی تحریری ریکارڈ تیار ہی نہیں کیا گیا تھا، اور مذکورہ بالا مطبوعہ رپورٹ محض حافظہ کی بنیاد پر بعد میں تیار کی گئی تھی، اس لئے سہو ونسیان کا پورا امکان موجود ہے، اور وہ بھی جب کہ اکثر غیر شناشا چہروں سے سامنا ہو، تو نسیان کا اندیشہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

☆اس رپورٹ کا نقص اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کے پہلے اجلاس امرتسر کے شرکاء کی جو فہرست اس میں دی گئی ہے اس میں بھی حضرت مولانا سجادؒ کا نام موجود نہیں ہے، حالانکہ اسی رپورٹ میں جمعیۃ علماء ہند کی پہلی مجلس منتظمہ کی فہرست میں صوبہ بہار کی طرف سے حضرت مولانا سجاد کا اسم گرامی شامل کیا گیا ہے، حیرت کی بات ہے کہ جو شخص نہ پہلی مجلس تاسیس میں شریک ہو اور نہ جمعیۃ کے اجلاس اول میں موجود ہو، مگر اس کا نام جمعیۃ کی سب سے پہلی، بنیادی اور اہم ترین مرکزی مجلس منتظمہ میں شامل کرلیا جائے؟۔۔۔

یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ رپورٹ نقص اور سہو سے پاک نہیں ہے۔

----حواشی--

79 -جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۵۰۔

☆اس رپورٹ کے نقص کا ایک اور مظہر یہ ہے کہ اس میں شرکاء اجلاس امرتسر (بتاریخ ۲۸/دسمبر ۱۹۱۹ء جلسۂ اول) کی جو فہرست "اسماء حاضرین" کے عنوان سے دی گئی ہے اس میں خود حضرت مولانا احمد سعید دہلوی کے ہم وطن حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب جیسی مشہور زمانہ شخصیت کا نام بھی شامل نہیں ہے[80]۔۔۔۔۔جب کہ حکیم صاحب امرتسر میں موجود تھے اور آپ نے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت بھی کی تھی[81]۔اور جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں بھی شریک رہے، اور ان کو حلقہ دہلی سے پہلی مجلس منتظمہ کا رکن منتخب کیا گیا، خود اسی رپورٹ میں آگے جلسہ کی کاروائی کی تفصیل کے ضمن میں شق نمبر ۹ کے تحت لکھا گیا ہے:

> "مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نے اغراض ومقاصد کا اجمالی خاکہ پیش کیا، اس کے بعد جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب جلسے میں تشریف لائے اور آپ نے انعقاد جمعیۃ سے اپنا دلی اتفاق ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں جمعیۃ علماء کے انعقاد سے بہت خوش ہوا ہوں"۔۔۔۔۔(مغرب کے وقت یہ جلسہ ختم ہوا)[82]

یہاں یہ تاویل درست نہ ہو گی کہ حکیم صاحب دیر سے تشریف لائے تھے، اس لئے کہ حکیم صاحب اس دن کے جلسہ کی کاروائی میں شریک رہے، اور یہ رپورٹ تو بعد میں شائع ہوئی، اسماء حاضرین کی فہرست میں حکیم صاحب کا نام اندراج سے رہ جانا یقیناً اس رپورٹ کا ایک نقص ہے جس کو سہو اور تسامح ہی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

☆ نیز مرتب رپورٹ حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ جب خود وضاحت کے ساتھ دہلی اور امرتسر دونوں جگہوں پر حضرت مولانا سجادؒ کی شرکت کا اعتراف کرتے ہیں، بلکہ آپ کی تقریروں کے حوالے بھی دیتے ہیں، تو پچھلی رپورٹ کی غلطی خود اس کے مرتب ہی کے قلم سے ثابت ہو جاتی ہے، اور چونکہ حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کا مضمون تاریخی لحاظ سے اس رپورٹ سے متأخر ہے اس لئے اصول کے مطابق یہ اس

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

80 ۔ مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند ص ۶۔

81 ۔ علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ص ۲۰۷۔

82 ۔ مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند ص ۱۱، ۱۰۔

رپورٹ میں یک گونہ اضافہ اور سابقہ غلطی کی اصلاح تصور کی جائے گی۔

☆علاوہ اصول تاریخ وروایت کے مطابق کسی شے کا ذکر اور اثبات اس کے بارے میں سکوت پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے کہ سکوت میں جس طرح عدم کا احتمال ہے اسی طرح یہ بھی شبہہ ہے کہ اندراج سے رہ گیا ہو، عدم ذکر سے عدم وجود لازم نہیں آتا، جب کہ اثبات میں اس طرح کا کوئی شبہہ نہیں ہوتا۔۔۔ گو کہ حضرت مولانا سجادؒ جیسی اہم ترین شخصیت کا نام اندراج سے رہ جانا بجائے خود حیرت انگیز امر ہے، لیکن بہر حال کہیں نہ کہیں حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے قلم سے سہو ضرور ہوا ہے، لیکن عام اصول ردو قبول اور دیگر تاریخی شواہد کے مطابق وجود کو عدم پر اور ذکر کو عدم ذکر پر ترجیح دی جائے گی۔

جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل اور عہدیداران کا انتخاب

بہر حال اسی اجتماع میں جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل عمل میں آئی اور عہدیداران کا بھی عارضی انتخاب ہوا، جمعیۃ کا صدر دفتر مدرسہ امینیہ دہلی میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا کمرہ مقرر کیا گیا، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ عارضی صدر اور حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ عارضی ناظم بنائے گئے، جمعیۃ کی دستور سازی کا کام مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا محمد اکرام خان کلکتہ کے سپرد کیا گیا، اور جمعیۃ علماء ہند کا پہلا اجلاس مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا سید محمد داؤد صاحبان کی دعوت پر اسی سال دسمبر کے مہینے میں بمقام امرتسر کرنا منظور کیا گیا جس کی صدارت کے لئے حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلیؒ کا اسم گرامی تجویز کیا گیا، اور جمعیۃ کے دستور اساسی کا مسودہ تیار کرنے کی ذمہ داری مولانا محمد اکرام خان ایڈیٹر اخبار محمدی کلکتہ اور مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی کو دی گئی اور یہ بھی طے ہوا کہ اسی جلسہ میں یہ دستور اساسی بھی غور وخوض کے لئے پیش کیا جائے، ان تجاویز کی منظوری کے ساتھ جمعیۃ علماء ہند کا یہ تاسیسی اجتماع اختتام پذیر ہوا[83]۔

۔۔۔۔حواشی۔۔

83 ۔ مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند ص ۲ تا ۵ مرتبہ حضرت مولانا احمد سعید دہلوی ناظم اول جمعیۃ علماء ہند، محبوب المطابع دہلی، حسن حیات ص ۵۱، ۵۰۔

حسن انتخاب

عہدوں کی یہ تقسیم میرے خیال میں بڑی حکمتوں پر مبنی تھی، جمعیۃ کے صدر اور ناظم دونوں حلقۂ دیوبند سے مقرر کئے گئے، حضرت مولانا عبد الباری صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ گو کہ اس تحریک کے سب سے قدیم رکن تھے لیکن ان حضرات نے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا، غالباً: ایک تو حلقۂ دیوبند کی قوت عمل اور دائرۂ اثر کی بنیاد پر۔۔۔ دیوبند اور تحریک شیخ الہندؒ کا پورا پس منظر ان حضرات کے سامنے تھا، اور تمام تر فروعی اختلافات کے باوجود شرکاء مجلس کو یقین تھا کہ اگر علماء دیوبند کسی تحریک کے لئے سرگرم ہو جائیں تو اس کی کامیابی کے امکانات زیادہ ہیں، یہ علماء دیوبند کو تحریک سے جوڑنے کی حکمت عملی کا بھی حصہ تھا

☆ دوسرا بڑا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دہلی میں دفتر کے لئے کوئی اپنی جگہ نہیں تھی، اور نہ اتنا سرمایہ کہ جس سے دفتر کی جگہ حاصل کی جاسکے، جب کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب شاہجہاں پوری ثم دہلویؒ اور حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ دونوں دہلی ہی میں رہتے تھے، اس لئے یہ حضرات اپنی جگہوں پر رہتے ہوئے بغیر کسی بڑے خرچ کے جمعیۃ کے کاموں کو آگے بڑھا سکتے تھے، چنانچہ مدرسہ امینیہ دہلی میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا کمرہ ایک عرصہ تک جمعیۃ کے دفتر کے طور پر استعمال ہوتا رہا اور صدر عالی قدر اپنے کمرہ کی چٹائیوں پر بیٹھ کر دفتری سرگرمیاں انجام دیتے رہے[84]، مولانا احمد سعید صاحب گو کہ جوان العمر تھے، لیکن صدر صاحب کی نگرانی میں امور نظامت بخوبی انجام دے سکتے تھے، ناظم کا ذہنی طور پر صدر سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ بہت سی تنظیمی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں، مولانا احمد سعید صاحب صدر محترم کے ہم مسلک بھی تھے، اور شاگرد بھی[85]، اس لئے حسن استواری کے ساتھ تنظیم کا کام آگے بڑھ سکتا تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، مسلسل بیس (۲۰) سال تک دونوں بزرگوں کے عہدوں کی یہ رفاقت برقرار رہی، اور جمعیۃ تیز رفتار ترقی کے ساتھ آگے بڑھتی رہی۔۔۔ اس لئے میرے نزدیک اکابر جمعیۃ کا یہ انتخاب "حسن

۔۔۔۔حواشی۔۔۔

84 - کفایت المفتی ج ا ص ۸ مطبوعہ کراچی۔

85 - کفایت المفتی ج ا ص ۹ مطبوعہ کراچی

انتخاب "کا مصداق تھا۔

جمعیۃ علماء ہند - تفکیر سے تاسیس تک

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اس کاروان قدس کے پہلے مسافر

آگے بڑھنے سے پہلے ذرا ایک نظر اب تک کے پس منظر پر ڈال لیں، یہ پورا پس منظر بتاتا ہے کہ جو خواب حضرت مولانا محمد سجادؒ نے ۱۹۱۷ء سے قبل دیکھا تھا اس کی تکمیل جہد مسلسل کے بعد ۱۹۱۹ء میں ہوئی ، اور جس "جمعیۃ علماء" کی سنگ بنیاد بہار میں ڈالی گئی تھی، اسی کی توسیع دو (۲) سال کے بعد جمعیۃ علماء ہند کی شکل میں دہلی میں ہوئی ، اگر جہد مسلسل کے ساتھ ابتدائی فکر و تخیل اور عملی آغاز کو بھی ہم رشتہ کیا جائے، اور جس طرح حضرت مولانا سجاد صاحبؒ عرصہ تک کل ہند سطح پر اس کے قیام کے لئے کوشاں رہے، لوگوں سے مراسلتیں کیں، ہندوستان کے اکثر بڑے شہروں کے اسفار کئے، ملک کی اکثر سرکردہ شخصیتوں سے بلا امتیاز مسلک و مشرب رابطے کئے، طرح طرح کے سوالات و جوابات کا سامنا کیا، تو حضرت مولانا سجادؒ جمعیۃ علماء کے بانیوں کی صف اول میں نہیں بلکہ بانی اول اور محرک اول نظر آتے ہیں، یہ آپ ہی کی شخصیت تھی جن کی قوت انجذاب اور علمی و عملی طاقت نے ملک کے مختلف المشرب اور متنوع الخیال علماء، مشائخ، دانشوروں، اور اداروں کو ایک مرکز اتفاق پر جمع کر دیا تھا، ورنہ حالات اور مسائل نے شخصیتوں، علمی مراکز، دینی اداروں اور روحانی خانقاہوں کے درمیان اتنے فاصلے پیدا کر دیئے تھے، کہ ان کو پاٹنا، دوریوں کو نزدیکیوں میں تبدیل کرنا اور اختلافات کو ختم کئے بغیر محض کلمہ کی بنیاد پر اتفاق قائم کرنا آسان نہ تھا، یہ حضرت ابوالمحاسنؒ ہی کی شخصیت تھی جن کو من جانب اللہ یہ توفیق میسر ہوئی، جو اس ہمالیائی چوٹی کو سر کرنے میں کامیاب ہوئے، اور جنہوں نے یہ کانٹوں بھرا تاج اپنے سر پر رکھا، انہوں نے ایک ایک ساتھی کو آواز لگائی اور جب کہیں سے کوئی جواب نہ ملا تو رفقاء سفر کی پرواہ کئے بغیر تنہا اس راہ پر خار پر چل پڑے، اور پھر۔۔۔ کارواں بنتا گیا، بقول شاعر ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ ہوتے گئے اور کارواں بنتا گیا

جمعیۃ علماء ہند کا اصل بانی کون ؟- تحقیق و تنقیح

دراصل یہ سوال پچھلی کئی دہائیوں سے متجسس دماغوں میں گردش کررہاہے کہ اس کاروان قدس کا اولین علمبردار کون تھا؟ یہ ایک فطری سوال ہے، جو تاریخ کے طالب علم کے سامنے رہ رہ کر کھڑا ہوتا ہے، مولانا حفیظ الرحمن واصف صاحب نے بھی یہ سوال اٹھایا ہے، لکھتے ہیں:

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمعیۃ کا قیام یا انعقاد جن پچیس علماء کی موجودگی میں ہوا کیا یہ سب کے سب اس کے بانی ہیں، بانی تو دراصل ایک ہی ہوتا ہے یہ بات ناممکن نہ سہی لیکن عام تجربہ اور مشاہدہ کے تو خلاف ہے، کہ ایک خیال اتنے کثیر اشخاص کے دماغ میں بیک وقت پیدا ہو جائے، اور سب کے سب ایک ہی خیال کو لے کر بیک وقت ایک جگہ مجتمع ہو جائیں۔۔۔۔ یہ ایک قدرتی سوال تھا جو راقم الحروف کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا اور اس وقت حضرت والد ماجدؒ وفات پا چکے تھے"[86]

ظاہر ہے کہ اس سوال کا صحیح جواب تو اسی وقت مل سکتا تھا جب ابتدائی دنوں اس کی رپورٹ شائع ہوئی تھی، اس وقت تمام اصحاب معاملہ اور عینی مشاہدین موجود تھے، مگر ان دنوں مصلحت کی چادر اتنی دبیز اور حالات اس قدر نازک تھے کہ کسی ایک شخص کے سر اس اقدام کی ذمہ داری ڈالی نہیں جاسکتی تھی، اس لئے مولانا احمد سعید دہلویؒ کی پہلی مطبوعہ رپورٹ میں اس اقدام کو پوری جماعت کی طرف منسوب کر دیا گیا تاکہ کوئی ایک شخص کسی آزمائش کا شکار نہ ہو اور اجتماعی طاقت کے ساتھ یہ کام آگے بڑھ سکے، یہ مصلحت خود حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے حوالے سے مولانا واصف صاحب نے نقل کی ہے، لکھتے ہیں:

"مختصر حالات انعقاد"۔ میں کسی شخص واحد کا نام ظاہر نہیں کیا گیا بس اتنا لکھا ہے کہ "تمام علماء موجودین نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں صرف حضرات علماء ہی شریک

----حواشی--

86 -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۴۹،۵۰۔

ہوئے" یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ کس کی دعوت پر یہ جلسہ منعقد ہوا تھا یا خود بخود ایک ہی جگہ ایک ہی مقصد لے کر سب اکٹھے ہو گئے تھے۔۔۔راقم الحروف نے (مولانا احمد سعید دہلویؒ سے) سوال کیا کہ آپ نے جو انعقاد جمعیۃ کے مختصر حالات شائع کئے تھے اس میں یہ تفصیل کیوں نہیں دی گئی ہے؟ فرمایا، میاں! دکھانا یہی تھا کہ یہ جمعیۃ کسی شخص واحد نے نہیں بنائی بلکہ بہت سے مختلف الخیال علماء نے مل کر اپنی متفقہ رائے سے بنائی ہے، اور بھئی عہد و پیمان والی بات تو ویسے بھی کھولنے والی بات نہیں تھی[87]

یعنی رپورٹ کا یہ انداز اس وقت کے حالات کے تناظر میں مصلحتاً محض دکھانے کے لئے اختیار کیا گیا تھا، ورنہ حقیقت میں اس فکر کا اولین داعی کوئی نہ کوئی شخص واحد ضرور تھا، جس کو اس وقت ظاہر نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن وہ شخصیت کون تھی؟ جس نے ساری زندگی اپنے آپ کو پردۂ راز میں رکھا، مولانا واصف صاحب کے الفاظ میں:

"اصل بانی و مؤسس جو کوئی بھی تھا وہ معاملے کی پیچیدگی اور علماء کی نازک مزاجی کو سمجھتا تھا، اور وہ اس جماعت کو مسلمانوں کی ایک متحدہ طاقت بنانا چاہتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ جماعت کسی ایک گروہ کی طرف منسوب ہو کر رہ جائے ورنہ دوسرے مکاتیب خیال کے علماء ذوق و شوق کے ساتھ جماعت میں شامل نہیں ہونگے، ان وجوہ کی بنا پر بانی نے عمر بھر اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا، اور اپنے نام کا پروپیگنڈہ نہیں کیا، ظرف کی یہ گنجائش کیا قابل داد نہیں ہے؟[88]

مشکل یہ ہے کہ جب اس سوال کا جواب دینے والے اصل لوگ موجود تھے تو حالات مناسب نہیں تھے اور جب حالات معمول پر آئے تو وہ لوگ رخصت ہو گئے، اس لئے بعد کے ادوار میں اس سوال کا

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔

87 -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۲،۵۰۔

88 -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۴۔

صحیح جواب نہیں دیا جاسکا، مختلف حلقوں کی جانب سے مختلف قیاسات اور دعاوی پیش کئے گئے، مثلاً:

مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحبؒ؟

☆مولانا واصف صاحب نے بعض رپورٹوں اور بیانات کی بنیاد پر یہ خیال پیش کیا ہے کہ اس جماعت کے اصل داعی اور بانی ان کے والد ماجد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ ہیں ۔[89]

حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ؟

☆فرنگی محل حلقہ سے مولانا عنایت اللہ فرنگی محلیؒ تلمیذ رشید حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ اور مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلیؒ کا (بھی تقریباً) دعویٰ یہ ہے کہ:

"حضرت مولانا عبد الباریؒ نے خدام کعبہ، خلافت کمیٹی اور جمعیۃ علماء کا سنگ بنیاد رکھا اور یہ ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے کہ جمعیۃ العلماء اور خدام کعبہ کے بانی اور مؤسس حضرت استاذ ہی تھے[90]

نیز حسرۃ الآفاق میں لکھتے ہیں:

"امرتسر پہونچ کر مولانا موصوف (حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ) نے ان علماء سے جو تمام ہندوستان سے وہاں جمع ہوئے تھے، مشورہ کیا اور پہلے پہل علماء کی سیاسی انجمن "جمعیۃ علماء" قائم ہوئی"[91]

مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری؟

☆حلقۂ اہل حدیث مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسریؒ کی ایک تحریر کی بنیاد پر مولانا امرتسری کو اس

----حواشی---

[89] -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۰ تا ۵۷، ۵۴۔

[90] -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۲، ۷۲ بحوالہ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۱۱۔

[91] -حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق (سوانح حیات حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ) ص ۲۶ مؤلفہ جناب مولانا عنایت اللہ فرنگی محلیؒ، شائع کردہ: اشاعت العلوم برقی پریس، فرنگی محل لکھنؤ، سن تصنیف ۱۹۲۹ء۔

کا بانی تصور کرتا ہے، مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحبؒ کا ایک مضمون اخبار اہل حدیث میں شائع ہوا تھا، اس میں وہ لکھتے ہیں:

"دہلی میں ایک تبلیغی جلسہ ہوا جس میں میں بھی شریک تھا، بعد فراغت خاص احباب کی مجلس میں میں نے یہ تحریک کی کہ ہمیشہ کے لئے علماء کی ایک جماعت منظم ہونی چاہئے، اس جلسہ میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے علاوہ اور کئی اصحاب میرے ہم رائے شریک تھے انہوں نے میری تائید کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیۃ العلماء کا ایک خام ساڈھانچہ تیار ہو گیا جس کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحب اور ناظم مولوی احمد سعید صاحب مقرر ہوئے۔۔۔ یہ تھی جمعیۃ العلماء کی پہلی میٹنگ اور پہلا ریزولیشن جو دراصل آئندہ کے لئے ایک بنیادی پتھر تھا"[92]

اس طرح تین حلقوں سے تین مختلف دعاوی سامنے آگئے، اس کی تطبیق مولانا واصف صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے اپنے حلقے میں یہ تحریک چلائی اور قیام جمعیۃ کے لئے اس کو ہموار کیا:

"بظاہر ان تینوں بیانوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور وجہ توافق ان میں یہ ہے کہ ایک طبقے کو حضرت مولانا عبد الباریؒ نے ہموار کیا، اور ایک طبقہ کو مولانا ثناء اللہ نے سنبھالا اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا"[93]

مولانا واصف صاحبؒ نے تین میں سے صرف دو حلقوں کا ذکر کیا ہے، تیسرا طبقہ "حلقۂ دیوبند" ہے جس کی قیادت ابتدا سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کر رہے تھے، اس طرح مولانا واصف صاحب کے تجزیہ کے مطابق حلقہ وار تین (۳) الگ الگ بانی قرار پاتے ہیں، لیکن وہ سوال اب بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ اس تخیل کا اولین داعی کون ہے جس نے ان طبقات سے بالاتر ہو کر سب سے پہلے اس فکر کی تخم ریزی

---- حواشی --

92 -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۳ بحوالہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۶ / محرم الحرام ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۳ / فروری ۱۹۴۲ء۔

93 -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۳۔

کی؟

مفکر اسلام ابو المحاسن حضرت مولانا محمد سجادؒ-بانی اول

انجمن علماء بہار(جمعیۃ علماء بہار)کے قیام (۱۹۱۷ء)کے پس منظر سے لے کر جمعیۃ علماء ہند کی تاسیس (۱۹۱۹ء)تک کی جو تفصیل تاریخی حوالوں اور عینی مشاہدین کے بیانات کی روشنی میں پیچھے آچکی ہے اس کی روشنی میں حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجادؒ کے اسم گرامی کے علاوہ اس سوال کا کوئی دوسرا جواب نہیں ہو سکتا۔۔ تاریخی اعتبار سے اس تنظیم کا پہلا تصور، پھر تحریک ودعوت اور پھر پہلا عملی اقدام صرف حضرت مولانا سجادؒ کے یہاں ملتا ہے،۔۔۔ حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے بیان کے مطابق حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب کو یہ خیال سب سے پہلے ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوا[94]،مولانا قطب الدین عبد الولی فرنگی محلیؒ کے مطابق حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کی اس فکر کا سر رشتہ اجلاس انجمن مؤید الاسلام لکھنؤ (۱۹۱۸ء)سے ملتا ہے[95]،اور مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ کی تحریک اجلاس دہلی (نومبر ۱۹۱۹ء) سے وابستہ ہے[96]۔۔ جبکہ حضرت مولانا سجادؒ کے یہاں یہ تخیل ۱۹۱۷ء سے بھی قبل سے پایا جاتا ہے،اور ایسا نہیں تھا کہ مولاناؒ کے ذہن میں صرف علماء بہار کی تنظیم کا محدود تصور تھا،بلکہ پیچھے تفصیل گذر چکی ہے کہ مولاناؒ نے ۱۹۱۷ء سے قبل پہلے پورے ملک کا دورہ کیا تھا،علماء اور مشائخ سے انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں کی تھیں،اور ان کو علماء کی کل ہند تنظیم قائم کرنے کی دعوت دی تھی،اور پھر انجمن علماء بہار کی صورت میں پہلا عملی نمونہ بھی قائم کر دیا تھا،مولاناؒ نے انجمن علماء بہار کے جلسوں میں پورے ملک سے نمائندہ شخصیتوں کو بلایا،اس طرح مولانا کی یہ تحریک پورے ملک میں بہت جلد متعارف ہو گئی اور کل ہند جمعیۃ کے قیام کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔

پھر جب کل ہند جمعیۃ علماء ہند کی تاسیس ہوئی تو راجح قول کے مطابق اس جلسہ میں بھی خود بنفس نفیس تشریف لے گئے اور تحریک وعمل میں پیش پیش رہے،اور اگر بالفرض مولاناؒ کی خود شرکت کسی مجبوری

----حواشی--

[94] -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص۵۱۔

[95] -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص۷۲۔

[96] -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص۵۳بحوالہ اخبار اہل حدیث امر تسر ۲۶ / محرم الحرام ۱۳۶۱ھ م ۱۳ / فروری ۱۹۴۲ء۔

کی بناپر نہ بھی ہو سکی ہو (جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے) تو آپ نے مولانا عبدالحکیم صاحب کو اپنا قائم مقام بنا کر اور پیام دے کر بھیج دیا تھا، علاوہ انجمن علماء بہار کے دیگر ممبران بھی شریک ہوئے تھے حضرت مولاناؒ کی نمائندگی اور ابتدائی تخیل میں تو کسی صاحب علم کو کلام نہیں ہے، مولانا واصف صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد سجاد قدس سرہ (المتوفیٰ ۱۸/ شوال ۱۳۵۹ھ بمقام پھلواری شریف) اگرچہ اس موقع پر دہلی تشریف نہیں لاسکے، مولانا عبدالحکیم گیاوی جوان کے خاص شاگرد اور معتمد رفیق کار تھے ان کے نمائندے اور قائم مقام کی حیثیت سے خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے دہلی تشریف لائے تھے، اور جمعیۃ کی تاسیس والے اجتماع میں بھی شریک ہوئے تھے، لیکن ابتدائی تخیل میں مولانا سجادؒ کا بھی عظیم الشان کردار ہے"[97]

تاریخی طور پر حضرت مولانا سجادؒ سے قبل ہندوستان کے کسی بھی خطہ وحلقہ میں اس فکر و دعوت کی بازگشت سنائی نہیں دیتی، پس مولانا سجادؒ ہی حقیقت میں جمعیۃ علماء ہند کے اولین داعی و بانی قرار پاتے ہیں۔

مکتوب سجادؒ سے رہنمائی

اس کی سب سے بڑی سند خود صاحب واقعہ حضرت مولانا محمد سجادؒ کا وہ مکتوب گرامی ہے جو انہوں نے امارت شرعیہ کی تشکیل وتحریک کے موقعہ پر علماء ومشائخ بہار کے نام لکھا تھا، جس میں انہوں نے اپنے دل کا درد کھول کر رکھ دیا ہے، مکتوب میں اپنے ماضی کے تجربات سے سبق حاصل کرتے ہوئے قیام جمعیۃ کے اس مشکل اور دشوار ترین سفر کا حوالہ دیا ہے، جو امارت شرعیہ کی اگلی منزل کے لئے نظیر بن سکتا تھا، مولاناؒ نے اس میں یہ خیال پیش فرمایا ہے کہ جس طرح جمعیۃ علماء ہند جمعیۃ علماء بہار کے پس منظر سے نکل کر وجود میں آئی، اسی طرح ان شاء اللہ امارت شرعیہ بہار کے بطن سے آئندہ امارت شرعیہ ہند بھی جنم لے گی، حضرت مولانا کے مکتوب کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیے، اوران سطور کے پس منظر میں ڈوب کر پورے تاریخی منظر نامہ کو دھیان میں رکھئے:

----حواشی--

97 -جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۷۰۔

"غالباً آپ کو معلوم ہو گا کہ جس زمانہ میں جمعیۃ علماء بہار جن اغراض و مقاصد کو لے کر قائم ہوئی، وہ سر زمین ہند میں اس جہت سے پہلی جمعیۃ تھی، اس وقت علماء کرام اقدام سے گھبراتے تھے حتی کہ خود ہمارے صوبہ کے بہتیرے علماء کرام پس و پیش میں مبتلا تھے، مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اقدام و جرأت کا کیا نتیجہ بر آمد ہوا کہ آخر میں اس تین سال میں انہی مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں میں جمعیۃ علماء قائم ہو گئی، اور وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ اس راہ میں حائل تھا، کس طرح کافور ہو گیا، پس اسی طرح بہت ممکن ہے کہ بلکہ ظن غالب ہے کہ صوبہ بہار میں اسی کام کے انجام پانے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ تمام صوبوں میں امیروں کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آئے گا، اور جس طرح جمعیۃ علماء ہند بعد میں قائم ہوئی اسی طرح امیر الہند بھی آخر نہایت آسانی کے ساتھ منتخب ہو جائے گا"[98]۔

اس مکتوب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کے نزدیک جمعیۃ علماء بہار ہی جمعیۃ علماء ہند کا نقطۂ آغاز تھی، اور ظاہر ہے کہ مولانا سجاد صاحبؒ کے غلط کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ جس شخص نے ہر جگہ اپنے آپ کو مٹایا اور دوسروں کو بڑھایا، اور جس کے صدق و اخلاص کی دشمنوں نے بھی قسمیں کھائیں، ظاہر ہے کہ وہ خلاف واقعہ اتنا بڑا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔

علماء اور دانشوروں کی شہادتیں

علاوہ اس کی شہادت وقت کے دیگر اکابر اور حالات اور پس منظر سے براہ راست واقفیت رکھنے والے علماء اور دانشوروں نے بھی دی ہے، جن میں اکثر شنیدہ نہیں دیدہ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان میں بعض صراحت کے ساتھ ہے اور بعض اشاراتی زبان میں، مثلاً:

☆حضرت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ جو جمعیۃ علماء کے پورے پس منظر سے نہ صرف واقف تھے، بلکہ اس کے ابتدائی پروگراموں میں شریک بھی رہے تھے، تحریر فرماتے ہیں:

----حواشی---

98 -مکاتیب سجاد ص ۱۴،۱۳۔

"اس وقت تک دلی کی جمعیۃ العلماء کا خواب بھی نہ دیکھا گیا تھا، طے ہوا کہ صوبۂ بہار کے علماء کو پہلے ایک نقطہ پر متحد کیا جائے، پھر بتدریج اس کا دائرہ بڑھایا جائے۔۔۔۔ دلی میں بہار والی جمعیۃ، جمعیۃ العلماء ہند کے نام سے چمکی، اور ایسی چمکی کہ ایک زمانہ تک کم از کم مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا وہ ایسا ممتاز ادارہ رہا جس کا مقابلہ مدت تک کوئی اسلامی سیاسی ادارہ نہ کر سکا، حالانکہ خلافت کانفرنس کا بڑا زور تھا، لیکن گیا کے میدانوں میں آکر دنیا نے تماشا کیا کہ جس جمعیۃ کی بنیاد بہار میں رکھی گئی تھی، وہ بھی ایک خالص ہندو شہر اور بودھسٹ مرکز میں، ایک ایسے روشن چراغ کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئی تھی، کہ اس کے سامنے کانگریس کا آفتاب، اور خلافت کا ماہتاب بھی شرمانے لگا، اور اس کا اعتراف اپنوں، غیروں سبھوں نے کیا اسی کا اعتراف نہیں، بلکہ اس کا بھی کہ سارے ہندوستان کا سب سے نمایاں اجلاس جمعیۃ علماء گیا کا اجلاس تھا ،اور جمعیۃ علماء گیا کا اجلاس صرف ایک واحد شخصیت (حضرت مولانا سجادؒ) کی عملی قوتوں کا مظہر تھا جس کے معنٰی یہی ہوئے کہ اس وقت سارے ہندوستان کی بڑی نمایاں ہستی حضرت مولانا محمد سجادؒ کی تھی، جمعیۃ علماء اس کے بعد بھی بڑھتی رہی، چمکتی رہی ،لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ صرف گیا کا اجلاس نہیں، بلکہ جمعیۃ کے جتنے اجلاس ہوتے رہے اس کی بولنے والی روح وہی خاموش زبان تھی، جو زندگی میں بھی خاموش رہنے کے باوجود سب سے زیادہ بولنے والی تھی"[99]۔

☆مولانا شاہ محمد عثمانیؒ گیا کے رہنے والے تھے، ان کا پورا خاندان حضرت مولانا سجاد صاحبؒ اور جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ تھا، بڑی حد تک انہوں نے اس زمانہ کے منظر کو یاد رکھا تھا، وہ لکھتے ہیں:

"مولانا نے جمعیۃ علماء ہند کی طرح کل ہند امارت شرعیہ کے قیام کی کوشش کی، اور جس طرح ان کو جمعیۃ علماء بہار قائم کرنی پڑی، اسی طرح ان کو پہلے امارت شرعیہ

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔

[99] -حیات سجاد ص ۵۱ تا ۵۵ ارتسامات گیلانیہ۔

بہار واڑیسہ کا نظام قائم کرنا پڑا، گویا مولانا ابوالمحاسن سجاد جمعیۃ علماء اور امارت شرعیہ دونوں کے بانی ہیں، یعنی ان ہی کی فکر کی بنیاد پر دونوں جماعتوں کا ظہور ہوا[100]۔

☆حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ[101] نے برہان میں حضرت مولانا سجادؒ کی وفات پر ایک زبردست مضمون لکھا تھا، بہت کم اہل علم کو اس مضمون کی خبر ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"۱۵ء میں حضرت شیخ الہندؒ اپنے چند خادموں سمیت مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں سے گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیئے گئے تو مولانا ابوالمحاسنؒ نے ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے علماء وصوفیاء اور تعلیم یافتہ لوگوں کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں اور ان کو تحریک آزادی میں شریک ہونے پر آمادہ کیا، ۱۷ء میں مدرسہ انوار العلوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ نے جمعیۃ علماء بہار کی طرح ڈالی، آپ کے اتباع میں دوسرے صوبہ کے علماء نے بھی اس طرف توجہ کی اور صوبائی جمعیۃ العلماء قائم کر کے اپنی تنظیمی جدوجہد کا آغاز کر دیا"[102]

ظاہر ہے کہ جس کی اتباع کی جائے گی وہی اس کا اصل بانی قرار پائے گا۔

حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ امارت شرعیہ کے پس منظر کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"آپ کے اولوالعزمانہ قوت فیصلہ نے آپ کے قلب میں اس ارادہ کو راسخ کر دیا، کہ علماء کی جمعیۃ کی طرح بغیر کسی انتظار و تعویق کے امارت کے مسئلہ کی بنیاد بھی پہلے

----حواشی---

100 ۔ٹوٹے ہوئے تارے ص ۱۰۵، ۱۰۴ تذکرہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ مصنفہ شاہ محمد عثمانیؒ۔

101 ۔حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی ولادت ۷/ نومبر ۱۹۰۸ء (۱۲/ شوال ۱۳۲۶ھ) کو آگرہ میں ہوئی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، نہایت ذہین وفطین عالم اور مشہور مصنف ہیں، ندوۃ المصنفین کے بانیوں میں سے ہیں، اس کے رسالہ "برہان" کے ہمیشہ مدیر رہے، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے رکن تھے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات کے ناظم ہوئے، پھر صدر شعبہ ہو کر ریٹائر ڈ ہوئے، بیمار ہو کر کراچی چلے گئے، اور وہیں ۲۴/ مئی ۱۹۸۵ء مطابق ۴/ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ میں انتقال فرمایا، آپ کی کتابوں میں صدیق اکبر، فہم قرآن، عثمان ذوالنورین، اور غلامان اسلام مشہور ہیں، (تذکرہ مشاہیر ہند کاروان رفتہ ص ۱۰۹)

102 ۔برہان دہلی دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۴۰۳۔

صوبہ بہار ہی میں رکھی جائے"[103]

☆اوراس سلسلہ کی ایک اہم ترین داخلی شہادت مولانا عظمت اللہ ملیح آبادی کی ہے، جس کو خود دفتر جمعیۃ علماء ہند کی توثیق حاصل ہے، اس لئے کہ مولانا عظمت اللہ ملیح آبادیؒ کی کتاب "حیات سجاد" (مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجادؒ ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند نائب امیر شریعت کے مختصر حالات) "مولانا عبدالحلیم صدیقی ناظم جمعیۃ علماء ہند[104] کے حسب ارشاد شائع ہوئی تھی، اس کتاب کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ حضرت مولانا سجادؒ پر لکھی جانے والی دستیاب تحریرات میں یہ سب سے قدیم ترین تحریر ہے، یہ پہلے مضمون کی صورت میں حضرت مولانا سجادؒ کے وصال کے معا بعد اخبار "مدینہ" میں شائع ہوئی تھی، بعد میں اس کو کتابی شکل دی گئی، اور خود ناظم جمعیۃ علماء ہند مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب نے اسے اہتمام کے ساتھ شائع کرایا، مولانا مسعود عالم ندوی کی کتاب "محاسن سجاد" اس کے بعد شائع ہوئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ محاسن سجاد میں مولانا عبدالحکیم اوگانویؒ کے مضمون میں اس مضمون کا حوالہ دیا گیا ہے[105]۔

مولانا عظمت اللہ صاحب ملیح آبادیؒ نے نہ صرف حضرت مولانا محمد سجادؒ کو جمعیۃ علماء ہند کے بانیوں میں شمار کیا ہے، بلکہ آپ کو واضح الفاظ میں "بانی اول" قرار دیا ہے، مولانا عظمت اللہ ملیح آبادی کے مختصر کتابچہ کے یہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

"یہ وہ زمانہ تھا کہ ملک میں یا خیر خواہی اور وفاداری تھی یا خاموشی تھی یا گوشہ نشینی

----حواشی--

103 ۔تاریخ امارت ص ۵۷۔

104 ۔مولانا عبدالحلیم صدیقی ملیح آباد ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے، اپنے دور کے مشہور علماء میں تھے، عربی زبان کے ادیب اور اہل زبان کی طرح عربی بولتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جب مکہ مکرمہ میں حجاز کانفرنس ۱۹۲۳ء میں ہوئی تو جمعیۃ علماء ہند کے وفد میں ان کو خاص طور پر شامل کیا گیا، جمعیۃ علماء ہند کے چوٹی کے رہنماؤں میں تھے، اوراس کے ناظم عمومی بھی رہے، بہترین خطیب تھے، ایک زمانہ تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں شعبۂ عربی کے استاذ رہے، جنگ آزادی کے دور میں اپنی تقریروں کی بنا پر کئی بار گرفتار کئے گئے، اور جیل گئے، حافظ قرآن تھے اور قرآن بہت عمدہ پڑھتے تھے، ہر سال دہلی کی سنہری مسجد میں تراویح سناتے تھے، سیاسی ہنگامہ آرائیوں نے ان کو معاش کی طرف سے کبھی مطمئن نہیں ہونے دیا، وفات کی تاریخ کا علم نہ ہوسکا (تذکرہ مشاہیر ہند کاروان رفتہ ص ۱۶۰ مؤلفہ مولانا نظام الدین اسیر ادروی)

105 ۔محاسن سجاد ص ۴،۳۔

تھی، مولانا نے ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کیا، علماء صوفیاء اور تعلیم یافتہ لوگوں کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں، لوگ آپ کے مخلصانہ جذبات اور فداکارانہ عمل کو دیکھ کر تحریک حریت میں شریک ہوئے۔۔۔۔اس وقت تک ہندوستان میں علماء کا کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا، نہ علماء میں جماعتی زندگی کا احساس تھا پوری فضائے ہند تنظیم علماء کی تحریک سے خاموش تھی، مولانا کو علماء کی جماعتی زندگی کا خیال آیا، اور ۱۹۱۷ء میں مدرسہ انوار العلوم کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر جمعیۃ العلماء بہار کی طرح ڈالی، اس کے دیکھا دیکھی دوسرے صوبوں میں بھی جمعیۃ علماء قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔۔۔۔۔۱۹۱۹ء میں ہندوستان کی فضا تحریک آزادی کی پکار سے گونج رہی تھی، عام سیاسی حالات جلد جلد بدل رہے تھے، قومی حقوق کے تحفظ اور ملک کی آزادی کا سوال اہمیت اختیار کر رہا تھا، انفرادی اور شخصی رائے کی کوئی حیثیت نہ رہی تھی، ان ہنگامہ خیز حالات اور حریت پرور فضا میں علماء نے اپنی مرکزیت اور اجتماعی زندگی کی ضرورت کو محسوس کیا، مولانا جو اس تحریک کے بانی اول تھے ان نازک حالات میں جمعیۃ علماء ہند کے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے، اس طرح ہندوستان کے تمام علماء نے ایک مرکز پر جمع ہو کر ملک وملت کی خدمت کا تجدید عہد کیا، ہندوستان کے مسلمانوں کی توجہ عام طور پر اب جمعیۃ علماء کی طرف ہو گئی، لوگ جمعیۃ علماء کے فیصلوں کے منتظر رہنے لگے ۱۹۲۰ء میں جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس دہلی میں ہوا جلسہ کے صدر حضرت شیخ الہند تھے، اس جلسہ میں ہندوستان بھر سے بہت بڑی تعداد میں علماء شریک ہوئے تھے"[106]۔

☆ نیز اس بات کا برملا اعتراف جمعیۃ علماء ہند کے اس تاریخی اجلاس میں بھی کیا گیا جس میں امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا، اور جس کی صدارت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کی تھی، اور جس میں جمعیۃ علماء ہند اور

----حواشی--

106 -حیات سجاد مصنفہ مولانا عظمت اللہ ملیح آبادیؒ ص ۲ تا ۵۔

ملک کی ذمہ دار ہستیاں موجود تھیں، اس اہم اور تاریخ ساز اجلاس میں صدر مجلس استقبالیہ مولانا سید شاہ حافظ حبیب الحق سجادہ نشیں خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ نے اپنے خطبۂ استقبالیہ کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

"سب سے پہلے اسی صوبہ کے علماء چونکہ غفلت سے ہوشیار ہوئے، اور جمعیۃ علماء کی بنیاد ڈالی، بکھرے ہوئے شیرازہ کا استحکام شروع کیا، ہماری اصلاح کی طرف مخاطب ہوئے، حالات موجودہ پر غور و فکر کی تدبیریں نکالیں، اس طرح اب امیر شریعت کے لئے بھی سب سے پہلے یہی صوبہ آگے بڑھا، خدا اسے کامیاب کرے[107]"

ظاہر ہے کہ بہار میں جمعیۃ علماء کی بنیاد حضرت مولانا محمد سجادؒ نے ہی ڈالی تھی، یہ گویا پورے مجمع کی طرف سے حضرت مولانا سجادؒ کے بانی جمعیۃ ہونے پر خاموش اجتماعی شہادت تھی۔

☆مولوی سید مجتبیٰ آرگنائزر محکمۂ دیہات سدھار بہار لکھتے ہیں:

"جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ امارت شرعیہ سے اس طرح وابستہ ہے جیسے دو توأم ہستیاں، اور اس رشتۂ اتحاد خیال و عمل میں بھی صرف ایک واحد روح سرایت کر رہی تھی۔۔ان تمام شئون ماضیہ میں بس ایک روح جلوہ فرما تھی، اور وہ روح سجادؒ تھی[108]"

☆حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

"یہ مولاناؒ ہی کی قوت جاذبہ تھی جو مختلف الخیال علماء اور مختلف الرائے سیاسی رہنماؤں اور قومی کارکنوں کو ایک ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع کئے اور ایک شیرازہ میں باندھے ہوئی تھی"[109]۔

☆حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کو انسانوں کی منتشر صلاحیتوں کو سمیٹنے میں کیسا کمال حاصل تھا، اور سب کو لے کر چلنے کی ان میں کیسی صلاحیت تھی؟ اور کس طرح مختلف المزاج اصحاب کمال کو انہوں

----حواشی--

107 ۔حسن حیات سوانح قاضی احمد حسین مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ ص ۱۳۵۔

108 ۔محاسن سجاد ص ۷۷ بحوالہ "جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ"۔

109 ۔حیات سجاد ص ۸۵ مضمون علامہ سید سلیمان ندویؒ۔

نے جمعیۃ سے وابستہ کیا، اور جمعیۃ کے خلاف کوئی طوفان اٹھا تو مضبوط چٹان بن کر اس کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، جمعیۃ کے پروگراموں میں شریک ہونے والے مولانا امین احسن اصلاحی سے اس کی تفصیل سنئے:

"دوسری خوبی جو اس صحبت میں سمجھ میں آئی، وہ ان کی رواداری اور فیاضی تھی، میں ان کو ایک مخصوص جماعت کا آدمی سمجھتا تھا، لیکن اس ملاقات میں میں نے محسوس کیا کہ ان کے دماغ کی طرح ان کا دل بھی بہت کشادہ ہے، وہ کسی خاص دائرہ کے اندر بند نہیں ہیں، وہ سب کے ساتھ اور سب سے الگ ہیں،۔۔۔ ان کی اس خوبی نے میرے دل کو جیت لیا اور میں نے یقین کر لیا کہ اسی چیز کے اندر ان کی تنظیمی قابلیت کا راز مضمر ہے۔۔۔ جمعیۃ علماء کے جو جلسے گذشتہ چند سالوں کے اندر ہوئے ہیں، ان میں سے بعض میں مولانا ہی کی دعوت پر میں شریک ہوا، ان جلسوں کی مخالفت میں جو ہنگامے اٹھے ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، بعض مرتبہ تو مخالفین کی خوش تمیزیاں ایسی ہولناک شکل اختیار کر لیتی تھیں، کہ آدمی کے ہاتھ سے دامن صبر چھوٹ جائے یا دامن امید، اور ظاہر ہے کہ ان تمام یورشوں کا اصلی نشانہ کم از کم صوبۂ بہار میں مولانا ہی کی ذات تھی، مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا، کہ مولانا ان ہنگاموں سے ایک لمحہ کے لئے بھی بے حوصلہ یا بے صبر ہوئے ہوں، ان کا دماغ ہمیشہ پر سکون اور دل ہر حالت میں مطمئن رہتا تھا[110]۔

☆اور تکوینی طور پر ایک بڑی دلیل یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ جب حضرت مولانا سجادؒ کا وصال (۱۸/ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ) ہوا تو جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ایک سے زائد بار تجاویز تعزیت منظور کی گئیں، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کی اپیل پر پورے ملک میں ۲۸/ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۹/ نومبر ۱۹۴۰ء کو "یوم سجاد" منایا گیا[111]۔

۔۔۔۔حواشی۔۔۔

110 ۔محاسن سجاد ص ۵۲،۵۱۔

111 ۔اندراج روزنامچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ماخوذ از مضمون مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی تذکرۂ ابوالمحاسنؒ ص ۱۸۵ تا ۱۸۷۔

یہ وہ اہم خصوصیت ہے جو حضرت مولانا سجادؒ کے علاوہ اکابر جمعیۃ میں سے کسی شخصیت کو حاصل نہیں۔۔۔قدرت کی طرف سے یہ امتیاز مولانا کے اصل بانی جماعت ہونے کی طرف مشیر ہے۔

☆ اور اسی لئے تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے ارشاد فرمایا:

"کہ جمعیۃ علماء کی خدمات در اصل مولانا سجادؒ کی خدمات ہیں"[112]

علماء دیوبند کی نمائندگی

کوئی شبہ نہیں کہ علماء دیوبند نے جمعیۃ علماء ہند کی سب سے زیادہ طویل مدت تک اور سب سے مؤثر قیادت کی ہے، لیکن ابتدائی دور میں ان کی نمائندگی برائے نام تھی، شروع میں کئی چھوٹے بڑے اجتماعات ہوئے لیکن ان میں سوائے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے علماء دیوبند میں سے کوئی شریک نہیں ہوا، بقول مولانا حفیظ الرحمن واصفؔ صاحب خلف رشید حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ:

> "یہ امر خاص طور پر یادر کھنے کے قابل ہے کہ جس اجتماع میں جمعیۃ کی تاسیس ہوئی، اس میں دیوبندی گروپ میں کوئی صاحب شامل نہیں ہوئے پھر امرتسر میں جو پہلا اجلاس بصدارت حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ منعقد ہوا اس میں بھی کوئی صاحب شریک نہیں ہوئے اس جلسے میں حضرت شیخ الہندؒ کی عدم رہائی پر اضطراب کا اظہار کیا گیا، اور وائسرائے کو اس مقصد سے تار دیا گیا۔ پھر ۶/ ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں خاص اجلاس بصدارت حضرت مولانا تاج محمود صاحب سندھی منعقد ہوا، جس میں دوسو (۲۰۰) علماء شریک تھے، اس میں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب اور مولانا عزیز گل صاحب شریک ہوئے، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ باوجودیکہ مالٹا سے واپس آچکے تھے مگر اس جلسہ میں شریک نہ تھے اور مولانا موصوف تو حضرت شیخ الہندؒ کی خفیہ تحریک میں بھی شریک نہ تھے، (نقش حیات ج دوم ص ۲۱۵)

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔

---

112 ۔ٹوٹے ہوئے تارے از شاہ محمد عثمانی، ص ۱۰۲

حضرت اقدسؒ کے ساتھ عقیدت و محبت اوران کی خدمت کی آرزوآپ کی اسیری کا سبب بنی، (سفر نامۂ اسیر مالٹامطبوعہ اسٹار پریس دہلی ص ۴۱ اورحیات شیخ الہند مطبوعہ قاسمی ص ۴۹،اوررسالہ شیخ الہند مؤلفہ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ ص ۲۴)اس خاص اجلاس میں ترک موالات کی تجویزاوردہلی میں ہونے والے دوسرے اجلاس جمعیۃ کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کی صدارت کی تجویزپاس ہوئی، (اخبارزمانہ کلکتہ شمارہ ۵۷ مورخہ ۸/ستمبر ۱۹۲۰ء)غرض کہ حضرت شیخ الہندؒ کی تشریف آوری سے قبل دیوبندی گروپ کوجمعیۃ علماء ہندسے کوئی دلچسپی نہ تھی، حالانکہ جمعیۃ کوئی خفیہ یاباغیانہ تحریک نہ تھی،اوراس کی رکنیت میں کوئی خطرہ نہ تھا، لیکن یہ حضرات حضرت شیخؒ کی گرفتاری کے بعدسے شاید بہت زیادہ محتاط ہوگئے تھے، جب حضرت رہاہوکر تشریف لائے، اوراس وقت کے تمام بڑے بڑے ہندو مسلم لیڈروں نے بمبئی میں آپ کا استقبال کیاتوآپ کوہندوستان کے سیاسی حالات اور تحریک خلافت کاعلم ہوا(نقش حیات ج ۲ ص ۲۴۷)اورجب آپ کوبتایاگیاکہ علماءنے بھی جمعیۃ علماء ہند کے نام سے اپنی ایک تنظیم قائم کی ہے توآپ نے بے انتہا مسرت اور قلبی توجہ وشغف کااظہار فرمایا،اورارکان جمعیۃ کی تحسین اورحوصلہ افزائی فرمائی،اورحضرت کے بعض شاگرد جن کی مقبولیت وشہرت کی وجہ سے جمعیۃ علماء کوخاص تقویت کی امید تھی،جب بالکل یکسوئی اوربے تعلقی کے ساتھ شرکت سے علٰحدہ اورمجتنب رہے توآپ کونہایت حسرت ہوئی،اورغایت افسوس کے ساتھ اپنے ایک ہمنام الٰہ آبادی کی زبان سے گویایہ فرمایا:

کسی کامیری بزم غم سے اے محمودیوں اٹھ کر
قیامت ہے شریک محفل اغیار ہوجانا

(حیات شیخ الہند مؤلفہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب ص ۱۲۳)"[113]۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلکتہ کے اجلاس خصوصی سے قبل حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ میں سوائے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے کوئی شریک نہیں ہوتا تھا، حضرت شیخ الہندؒ کی ترغیب اور دوسرے اجلاس عام کی صدارت قبول کرنے کے بعد رفتہ رفتہ جمعیۃ علماء ہند میں علماء دیوبند کی تعداد بڑھتی چلی گئی، اور پھر وہی غالب ہو گئے۔

ہندوستان کی ملی تحریکات کا فکر شیخ الہندؒ سے رشتہ

البتہ اس موقعہ پر اس تاریخی حقیقت کا اعتراف بھی کیا جانا چاہئے کہ جمعیۃ علماء ہند جن عظیم مقاصد کے تحت قائم ہوئی، ان مقاصد پر صرف ہندوستان نہیں بلکہ عالمی سطح پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی مساعی جمیلہ برسوں قبل سے جاری تھیں، حضرت شیخ الہندؒ کی خفیہ تحریک ریشمی رومال کے مقاصد میں خلافت اسلامیہ کا احیاء، مقامات مقدسہ کا تحفظ اور ہندوستان کو برطانوی تسلط سے آزاد کرانا شامل تھا، اور حضرت کی یہ تحریک عالمی پیمانہ کی حامل تھی، اگر یہ تحریک کامیاب ہو جاتی تو خود انگریزوں کے بقول "سمندر بھی کسی انگریز کو پناہ نہیں دے سکتا تھا"[114] لیکن قبل از وقت راز فاش ہو جانے کی بنا پر تمام منصوبے بکھر گئے اور اسی جرم کی پاداش میں آپ کو اور آپ کے رفقاء کو گرفتار کر کے کالا پانی بھیج دیا گیا۔

اس لحاظ سے فکر جمعیۃ کی جڑوں میں حضرت شیخ الہندؒ کے فکر و عمل کی حرارت محسوس ہوتی ہے، اسی لئے جب حضرت شیخ الہندؒ کو اسارت مالٹا سے واپسی پر قیام جمعیۃ کی اطلاع ملی اور آپ نے اپنے تلامذہ و معتقدین کو جمعیۃ سے وابستگی کی تلقین فرمائی تو ان حضرات کو محسوس ہوا کہ جمعیۃ علماء ہند بھی گویا فکر شیخ الہندؒ ہی کا عکس جمیل ہو[115]، چنانچہ جمعیۃ علماء ہند گیا کے اجلاس چہارم (جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۲ء) میں حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانی دیوبندیؒ نے اپنے خطبۂ صدارت میں حضرت شیخ الہندؒ کا تذکرہ ان

---- حواشی ----

113 - جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۴۷-۴۹

114 - تحریک خلافت ص از عدیل عباسی۔

115 - جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۴۹، ۴۸ بحوالہ حیات شیخ الہند مؤلفہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب ص ۱۲۳۔

الفاظ میں کیا:

"حضرات علماء کرام وامناء اسلام !علماء کے اندراس حرکت کے بانی مبانی قافلہ سالار علماء راسخین وسرخیل فقراء زاہدین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ کی ذات بابرکات رہی،ہندوستان میں جس قدر مذہبی سرگرمی ہے اس کے محرک اول حضرت مولاناعلیہ الرحمۃ تھے،یہ جوکچھ ہورہاہے مولانا کی تخم ریزی کے ثمرات ہیں ،اس کے علاوہ مولانا کے فیوض علمی وعملی سے دنیامالامال ہے،علماء کی کوئی مجلس ایسی نہیں جس میں حضرت مولانا کے تلامیذ ومستفیدین کی بڑی جماعت موجود نہ ہو" [116]۔

----حواشی----

116 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند گیاص ۴۵ مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ مطبع قاسمی دیوبند۔

جمعیۃ علماء ہند - منزل بمنزل

جمعیۃ علماہند کا پہلا اجلاس

جمعیۃ علماء ہند کا پہلا اجلاس مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اور مولانا سید محمد داؤد کی دعوت پر امرتسر میں ہوا، جس کی پہلی نشست بتاریخ ۵/ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۸/ دسمبر ۱۹۱۹ء بعد نماز عصر امرتسر اسلامیہ ہائی اسکول کے وسیع ہال میں ہوئی، اس میں تقریباً باون (۵۲) علماء شریک ہوئے، اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ نے فرمائی، جس کی تحریک مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے پیش کی اوراس کی تائید قاضی حبیب اللہ صاحبؒ اور مولانا فاخر الہ آبادیؒ نے کی۔۔۔

اور دوسری نشست ۸/ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ مطابق ۳۱/ دسمبر ۱۹۱۹ء زیر صدارت حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ منعقد ہوئی، جس میں مختلف مسلک و مشرب کے تیس (۳۰) علماء شریک ہوئے اور کئی تجاویز منظور کی گئیں۔

تیسری نشست ۹/ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۲۰ء ہوئی اور اس کی صدارت بھی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے ہی فرمائی، جس میں چوبیس (۲۴) علماء شریک ہوئے، اس نشست میں جمعیۃ کا دستوراساسی پیش کیا گیا، اور مجلس منتظمہ کی تشکیل کی گئی[117]۔

اسی موقعہ پر خلافت کمیٹی کا اجلاس بھی ہوا، جس کی صدارت مولانا شوکت علیؒ نے کی، انڈین نیشنل کانفرنس کا بھی اجلاس ہوا، جس کی صدارت پنڈت موتی لال نہرو نے کی، اور مسلم لیگ کا اجلاس بھی ہوا، جس کی صدارت مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب نے کی[118]۔

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نے بھی اس میں قائدانہ شرکت فرمائی، اور مجمع کو اپنے

---حواشی---

117 ۔ مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند ص ۶ تا ۱۴ مرتبہ حضرت مولانا احمد سعیدؒ ☆ علماء حق اوران کے مجاہدانہ کارنامے ص ۲۰۷ مرتبہ مولانا مفتی محمد میاں صاحب۔

118 ۔ علماء حق اوران کے مجاہدانہ کارنامے ص ۲۰۷۔

افکار عالیہ سے مستفید فرمایا، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ لکھتے ہیں:

"جمعیۃ علماء کے اس پہلے اجلاس میں بھی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد مرحوم شریک ہوئے، اور انہوں نے اپنے خیالات کا پھر اعادہ فرمایا[119]۔

اس اجلاس میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی رہائی سے متعلق بھی ایک تجویز منظور کی گئی، اسی اجلاس میں جمعیۃ علماء کا دستور اساسی بھی پیش کیا گیا، طے پایا کہ علماء کی رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے دستور کو شائع کر دیا جائے[120]، اور آئندہ سال (۱۹۲۰ء) دہلی میں اجلاس عام ہو اور اس میں لوگوں کی آراء کے ساتھ یہ دستور پیش کیا جائے، اسی اجلاس کے موقعہ پر جمعیۃ علماء کی ایک مجلس منتظمہ تشکیل دی گئی، جس میں مختلف علاقوں اور حلقوں کے لحاظ سے درج حضرات کے اسماء گرامی شامل کئے گئے:

دہلی:- مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، حکیم اجمل خان۔

یوپی:- مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا سید محمد فاخر الہ آبادی، مولانا سلامت اللہ، مولانا حسرت موہانی، مولانا مظہر الدین۔

بنگال:- مولانا محمد اکرم خان (کلکتہ)، مولانا منیر الزماں اسلام آبادی (چاٹگام)

بہار:- مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ، مولانا رکن الدین صاحب دانا، مولانا خدا بخش مظفر پوریؒ۔

سندھ:- پیر تراب علی، مولانا عبد اللہ، مولانا محمد صادق۔

پنجاب:- مولانا ثناء اللہ امر تسری، مولانا سید محمد داؤد، مولانا محمد ابراہیم

-----حواشی---

[119] -حیات سجاد ص ۱۰۲، مضمون مولانا احمد سعید دہلویؒ---- عجیب بات یہ ہے کہ مولانا احمد سعید دہلوی کی مرتب کردہ مطبوعہ رپورٹ میں اس موقعہ پر بھی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کا نام مذکور نہیں ہے، جب کہ منتخب شدہ مجلس منتظمہ میں آپ کا نام شامل ہے، علاوہ حضرت مولانا سجادؒ کی وفات پر خود مولانا احمد سعید دہلویؒ کے لکھے ہوئے مضمون میں اجلاس امرتسر میں آپ کی شرکت اور خطاب کا ذکر کیا گیا ہے، اس طرح مولانا ہی کے قلم سے ان کے سہو کی تلافی ہوگئی۔

جمعیۃ علماء ہند کی پہلی مجلس منتظمہ کی تشکیل امرتسر ہی میں ہوئی تھی، اس مجلس کے لئے حضرت مولانا سجادؒ کے اسم گرامی کا انتخاب آپ کی موجودگی کو تقویت دیتا ہے۔

[120] -وہ پہلا دستور اساسی "مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند" میں ص ۱۶ تا ۲۳ ملاحظہ فرمائیں۔

سیالکوٹی۔

بمبئی:-مولاناعبد اللہ، مولاناعبد المنعم، مولاناسیف الدین، حکیم یوسف اصفہانی[121]۔

اجلاس اول کے بعد ماحول سازی پر خصوصی توجہ

جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس اول کے بعد حضرت مولاناسجادؒ خاموش نہیں بیٹھ گئے، ابھی بہت کام باقی تھے، اور سب سے اہم کام جمعیۃ علماء کے تعلق سے ماحول سازی، غلط فہمیوں کا ازالہ اور نفرت وتعصب کا خاتمہ تھا، اور وہ کام حضرت مولاناسجادؒ ہی کررہے تھے اور کرسکتے تھے، چنانچہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نے روئیداد جمعیۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"جمعیۃ کا زیادہ وقت اجتماع علماء میں صرف کیا گیا، بچھڑوں کو ملانا، روٹھے ہوؤں کو منانا، اس غرض کے لئے سفر کرنا، مکالمہ، مراسلہ، مذاکرہ، غرض امکانی ذرائع استعمال کئے گئے، جب جاکر جمعیۃ علماء ہند ان موانع پر غالب آئی جو علماء کی مقدس جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں"[122]

کلکتہ میں جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس خاص

دہلی کے اجلاس عام کی تاریخ ۷تا۹/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹تا۲۱/ نومبر ۱۹۲۰ء مقرر کی گئی تھی، مگر اس سے قبل جمعیۃ علماء ہند کا ایک خصوصی اجلاس ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۶/ ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں زیر صدارت حضرت مولاناسید تاج محمود صاحب سندھی منعقد ہوا، جس میں پورے ملک سے تقریباً دو(۲۰۰) سو علماء کرام نے شرکت فرمائی، حضرت مولاناسجاد بھی شریک تھے[123]، اس اجلاس سے قریب دوماہ پیشتر کئی سال کی اسارت کے بعد حضرت شیخ الہندؒ رہا ہو کر ہندوستان واپس تشریف لائے، آپ

-----حواشی-----

121 -مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علماء ہند ص ۱۴ مرتبہ حضرت مولانااحمد سعیدؒ۔

122 -تاریخ امارت ص ۵۱ بحوالہ روئداد جمعیۃ بابت ۱۳۳۸ھ ۱۳۳۹ھ۔

123 -متفقہ فتویٰ علماء ہند ص ۱۴ ناشر منشی مشتاق احمد میرٹھ، مطبع ہاشمی میرٹھ۔

بمبئی سے ۷/ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ (۳۰/ مئی ۱۹۲۵ء) حجاز کے لئے روانہ ہوئے تھے، پھر ۲۴/ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰/ دسمبر ۱۹۱۶ء کو مکہ مکرمہ سے گرفتار کئے گئے، اور تقریباً تین (۳) برس سات مہینے کی قید وبند کے بعد رہا ہو کر ۲۱/ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۸/ جون ۱۹۲۰ء کو ہندوستان واپس تشریف لائے، یعنی ہندوستان سے غیر حاضری کی کل مدت چار (۴) سال دس (۱۰) ماہ رہی[124]۔

مسلمانان ہند بالخصوص آپ کے تلامذہ اور متعلقین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، مگر ہندوستان پہونچے تو ان کے مرض الموت کا آغاز ہو چکا تھا، اس لئے سیاسی کاموں یا پروگراموں میں زیادہ شرکت کا تحمل نہیں فرما سکتے تھے، لیکن جب آپ کو جمعیۃ علماء ہند کے قیام کی اطلاع ملی تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا[125]، اور اپنے تلامذہ کو ہدایت کی کہ وہ اس جماعت میں شریک ہوں، چنانچہ کلکتہ کے اجلاس میں آپ کے تلامذہ میں مولانا سید مرتضیٰ حسنؒ، اور مولانا عزیز گل صاحب شریک ہوئے[126]، اس سے قبل حضرت کے تلامذہ میں سوائے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے کوئی شریک نہیں ہوتا تھا، حضرت شیخ الہندؒ کی ترغیب اور دوسرے اجلاس عام کی صدارت قبول کرنے کے بعد رفتہ رفتہ جمعیۃ علماء میں علماء دیوبند کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔

تجویز ترک موالات

اس اجلاس کی دو تجویزیں بڑی اہم تھیں:

(۱) مولانا ابو الکلام آزاد بھی پہلی بار جمعیۃ کے اس اجلاس میں شریک ہوئے، انہوں نے ترک موالات کی حمایت میں تجویز پیش کی، جس کی تائید مولانا عبد الصمد بدایونی، مولانا مظہر الدین، اور مولانا محمد

----حواشی--

124 ۔شیخ الہند مولانا محمود حسن ایک سیاسی مطالعہ ص ۴۸ مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری، مطبوعہ فرید بک ڈپو، ۲۰۱۱ء) ☆ نقش حیات آپ بیتی حضرت شیخ الاسلام مدنی ص ۶۵۳۔ جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۶۲ بحوالہ روئداد مدرسہ امینیہ دہلی ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۴۲ھ ص ۷۔

125 ۔جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۴۸۔

126 ۔لیکن اس اجلاس میں ترک موالات کی تجویز پر دستخط کرنے والے علماء میں ان حضرات کے نام موجود نہیں ہیں، ممکن ہے کہ انہیں دستخط کا موقعہ نہ مل سکا ہو، اس لئے کہ رپورٹ کے مطابق رات کے ایک بجے جب مہمانوں کو کھانے کھلانے کی مہم شروع ہوئی تو کئی علماء سے دستخط نہیں لئے جا سکے (متفقہ فتویٰ علماء ہند ص ۱۴، ۱۳ ناشر منشی مشتاق احمد میرٹھ، مطبع ہاشمی میرٹھ)

عبد القیوم عرف نور احمد صاحب نے کی، اور باتفاق رائے یہ تجویز منظور کی گئی[127]۔ اس کے بعد پانچ سو (۵۰۰) علماء کے دستخطوں سے ترک موالات کا فتویٰ شائع ہوا، یہ فتویٰ یعنی جواب استفتاء حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نائب امیر الشریعۃ بہار نے تحریر فرمایا تھا[128]۔

ترک موالات کا منشا یہ تھا کہ سرکاری تقریبات میں حصہ نہ لیا جائے، سرکاری ملازمتیں قبول نہ کی جائیں، خطابات واپس کر دیئے جائیں، سرکاری اسکول اور کالج چھوڑ دیئے جائیں، اور اپنے قومی اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کی جائے، برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، اور کوئی انگریزی چیز استعمال نہ کی جائے۔

اس سے قبل خلافت کانفرنس میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے سرکاری جشن فتح کے مقاطعہ کی تجویز پیش کی تھی، جس کی تائید مولانا شاہ ولایت حسین، حاجی موسیٰ خان شیروانی، مولانا محمد داؤد امرتسری، جناب محمد حسین بیرسٹر میرٹھ، مولانا سید محمد فاخر الٰہ آبادیؒ، سیٹھ چھوٹانی بمبئی، قاری عباس حسین ایڈیٹر قوم، اور گاندھی جی نے کی تھی۔

جشن فتح کے بائیکاٹ کے لئے ایک فتویٰ بھی شائع کیا گیا تھا، جو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے تحریر فرمایا تھا اور اس پر مولانا احمد سعید، محمد انیس نگرامی، خواجہ غلام نظام الدین قادری، مفتی بدایونی، مولانا سید فاخر الٰہ آبادی، سید کمال الدین احمد جعفری الٰہ آبادی، محمد قدیر بخش، مولانا سید تاج محمود امروٹ، مولانا محمد ابراہیم انجمن اسلامیہ دربھنگہ، مولانا خدابخش مظفرپوریؒ، مولانا محمد سلامت اللہ فرنگی محلی، محمد امام صاحبزادہ پیر صاحب العلم سندھ، اسد اللہ حسینی سندھی، مولانا بخش مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر، ابراہیم سیالکوٹی، مولانا عبد الحکیم اوگانویؒ مدرس دوم مدرسہ انوار العلوم گیا، مولانا محمد صادق کراچوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، سید محمد اسماعیل غزنویؒ امرتسر، مولانا ثناء اللہ امرتسری، اور محمد عبد اللہ نے دستخط کئے تھے[129]۔

---- حواشی --

127 - متفقہ فتویٰ علماء ہند ص ۱۴ ناشر منشی مشتاق احمد میرٹھ، مطبع ہاشمی میرٹھ ☆ جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۸ بحوالہ اخبار زمانہ کلکتہ شمارہ ۵۷ ج ا مورخہ ۸ / ستمبر ۱۹۲۰ء۔

128 - جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۵۸۔

129 - جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۶۰، ۵۹ بحوالہ مسئلہ خلافت و جشن صلح مطبوعہ جے اینڈ سنز پریس دہلی۔

تجویز صدارت اجلاس

(۲)کلکتہ کانفرنس کی دوسری تجویز-جو نمبر کے لحاظ سے تجویز نمبر۶ تھی-یہ تھی کہ:

"جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جمعیۃ کا آئندہ اجلاس دہلی میں منعقد کیا جائے اوراس کی صدارت کے متعلق شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قبلہ سے درخواست کی جائے کہ وہ صدارت منظور فرمائیں"

چنانچہ اس تجویز کے مطابق حضرت شیخ الہندؒ سے منظوری حاصل کی گئی[130]۔

جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا اجلاس عام دہلی

جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس عام دہلی میں (نورگنج یعنی پل بنگش اور باڑہ ہندوراؤ کے درمیان) بتاریخ ۷ تا ۹/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹ تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء زیر صدارت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ منعقد ہوا، مجلس استقبالیہ کے صدر حکیم اجمل خان صاحب تھے[131]،اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں پورے ملک سے علماء کی نمائندگی شامل تھی ،بقول مولانا احمد سعید دہلویؒ "ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا،جہاں سے علماء تشریف نہ لائے ہوں[132]۔پانچ سو(۵۰۰) سے زائد علماء شریک ہوئے۔خود جمعیۃ کی روداد میں اس اجلاس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۷،۸،۹/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں منعقد ہوا،اور خدا کے فضل و کرم سے جس شان وشوکت اور امن واطمینان سے ہوا،وہ

----حواشی--

130 -حسن حیات ص ۵۲،۵۱۔☆جمعیۃ علماء ہند کی دوسالہ روداد بابتہ ۱۳۳۸ھ و ۱۳۳۹ھ ، ص ۲۳،۲۲ ،افضل المطابع پریس دہلی ،نومبر ۱۹۲۱ء۔

131 -حسن حیات ص ۵۳ ☆ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی-ایک سیاسی مطالعہ ص ۵۰ مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری ☆ جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ ص ۶۰۔

(نوٹ)واضح رہے کہ حضرت مولانا محمد میاں صاحب کی کتاب "علماء حق اوران کے مجاہدانہ کارنامے" (ص ۲۱۵) پر تاریخ اجلاس ۱۹ تا ۲۱/ اکتوبر درج ہے،جو سہو ہے، صحیح تاریخ ۱۹ تا ۲۱/ نومبر ہے۔

132 -حیات سجاد ص ۱۰۳۔

دیکھنے والوں کے دل خوب جانتے ہونگے ہندوستان، بنگال، سندھ، صوبہ سرحد غرض کہ ہر گوشۂ ملک کے نمائندے علماء کرام موجود تھے، پانچ سو سے زیادہ صرف حضرات علماء شریک جلسہ ہوئے"[133]۔

حضرت شیخ الہندؒ کا قیام ڈاکٹر شوکت انصاری صاحب کی کوٹھی پر تھا، حضرت شیخ الہندؒ بہت زیادہ بیمار تھے، اس لئے آپ براہ راست شریک اجلاس نہ ہوسکے اور آپ کی صدارت کی نیابت حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے انجام دی، خطبۂ صدارت بھی آپ کے ایماء پر مفتی صاحبؒ نے ہی تحریر فرمایا تھا، اور انہوں نے ہی اجلاس میں پڑھ کر سنایا[134]۔

حضرت شیخ الہندؒ مستقل صدر جمعیۃ علماء ہند

اس جلسہ میں یہ طے پایا کہ حضرت شیخ الہند جمعیۃ کے مستقل صدر ہونگے، اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نائب صدر، اور مولانا احمد سعید صاحبؒ مستقل ناظم۔

لیکن اجلاس کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد ہی ۱۷/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰/ نومبر ۱۹۲۰ء کو حضرت شیخ الہندؒ کا انتقال ہو گیا، اور مفتی کفایت اللہ صاحب قائم مقام صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے، یہاں تک کہ ۶/ ستمبر ۱۹۲۱ء (۳/ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ) کو لکھنؤ میں تیسرے سالانہ اجلاس تک کے

---- حواشی ----

133 - تاریخ امارت ص ۵۲ بحوالہ تجاویز اجلاس دوم۔

134 - حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے نقش حیات میں لکھا ہے کہ خطبۂ صدارت حضرت کے حکم پر مفتی کفایت اللہ صاحب نے لکھا تھا اور اجلاس میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے پڑھ کر سنایا (نقش حیات ج ۲ ص ۶۷۹ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

لیکن مولانا حفیظ الرحمن واصف صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مفصل روئداد کاروائی اجلاس دوم دہلی جمعیۃ علماء ہند قلمی غیر مطبوعہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، حضرت شیخ الہندؒ کے مطبوعہ خطبے کے ٹائٹل پر بھی لکھا ہے کہ "مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نائب صدر جمعیۃ نے پڑھ کر سنایا" اور روئداد مدرسہ امینیہ دہلی ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۴۲ھ صفحہ ۸ پر بھی اس کا ذکر ہے، مولانا مدنیؒ سے تسامح ہو گیا ہے، یہ غلط فہمی غالباً اس وجہ سے ہوئی، کہ ۹/ ربیع الاول کے آخری اجلاس میں مولانا شبیر احمد صاحب نے ترک موالات پر ایک طویل مضمون پڑھ کر سنایا تھا" (جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ ص ۶۱)

لئے مجلس منتظمہ نے آپ کو صدر مقرر کر دیا، پھر تیسرے سالانہ اجلاس (مقام لاہور، منعقدہ ۱۸ تا ۲۰/ نومبر ۱۹۲۱ء) کو آئندہ کے لئے بھی آپ کی توسیع کر دی گئی، اور آپ ۱۹۴۰ء تک جمعیۃ علماء ہند کے مسلسل صدر رہے[135]۔

ترک موالات پر متفقہ فتویٰ علماء ہند

اس اجلاس میں برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کی تجویز بھی منظور ہوئی، جس کو حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے مرتب کیا تھا، مولانا احمد سعید دہلویؒ لکھتے ہیں:

"عدم تعاون کی تجویز کے سلسلے میں جو فتویٰ مرتب کیا گیا، اور جس کا نام آگے چل کر پانچ سو (۵۰۰) علماء کا متفقہ فتویٰ ہوا وہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کا مرتب کیا ہوا تھا،۔۔۔اس فتویٰ سے مولانا کے اس تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے، جو مولانا کو قدرت کی جانب سے عطا ہوا تھا[136]۔

مولانا شاہ محمد عثمانی صاحبؒ کا بیان ہے کہ:

"اس فتویٰ سے عام مسلمان جوش سے بھر گئے، برطانوی مالوں کا مقاطعہ ہوا، اسکول اور کالج چھوڑ دیئے گئے، لیکن سرکاری ملازمتوں سے کم لوگ دستبردار ہوئے، جیسا کہ اکبر الٰہ آبادیؒ نے لکھا ہے:

کوچۂ سروس انگلش میں رہے ہم ساکن
جاہ و زر ہی کی تمنا میں کٹے زیست کے دن
وعظ گاندھی میں بدل سکتے ہیں کیوں کر باطن
عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مؤمن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔

---

135 ۔حسن حیات ص ۵۳۔

136 ۔حیات سجاد ص ۱۰۲۔

سرکاری خطابات بھی بہت کم لوگوں نے واپس کئے، جیسا کہ اکبرؔ نے طنز کیا ہے:

مذہب واپس خیال جنت واپس
مذہب کاوہ حق وہ نذر دعوت واپس
حضرت نے صاف کہدیا سب کہ میں
کرنے کا نہیں خطاب و خلعت واپس

دراصل بڑے بڑے زمینداروں کے بچے اور بڑے بڑے سرکاری عہدہ دار تحریک سے کم متأثر ہوئے، چنانچہ ہمارا غیور شاعر لکھتا ہے:

بہت ایسے ہیں جو ترک تعاون کے بھی قائل ہیں
مگر اونچے جو ہیں اکثر خوف انگلش کے مائل ہیں

یہ لوگ تحریک کی مخالفت کرنے لگے اور کہا کہ یہ ہندوؤں کی سازش ہے اور مولانا لوگ نہیں سمجھتے، ان کے خیال کی تردید اکبرؔ نے یوں کی ہے:

نہ مولانا میں لغزش ہے نہ سازش کی ہے گاندھی نے
چلایا ایک رخ کو فقط مغرب کی آندھی نے

یعنی مغرب کی مسلم دشمنی اور ایشیا کو غلام بنانے کی کوشش نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک کردیا، سودیشی تحریک پر اکبرؔ یہ کہتے ہیں:

تحریک سودیشی پر مجھے وجد ہے اکبرؔ
کیا خوب یہ نغمہ ہے چھڑا دیس کی دھن میں [137]

مولانا سجادؒ کی تقریر بے نظیر

☆ یہ جمعیۃ علماء ہند کا ایک تاریخی بلکہ تاریخ ساز اجلاس تھا، جو ملک کی آزادی اور مسلمانوں کی حیات ملی کے لئے سنگ میل ثابت ہوا، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب جو اجلاس کے روح رواں اور جمعیۃ

----حواشی--

137 - مولانا ابو المحاسن محمد سجاد - حیات وخدمات ص ۱۲۹،۱۲۸ مضمون مولانا شاہ محمد عثمانی۔

کا دماغ تھے ان کی فکری اور عملی صلاحیتوں کے جوہر بھی اس موقعہ پر خوب کھلے، یقیناً اجلاس عام میں بھی آپ نے اظہار خیال فرمایا ہو گا، لیکن مولانا احمد سعید صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جمعیۃ علماء کے اس تاریخی اجلاس کی سبجیکٹ کمیٹی میں بھی مولانا نے ایک تقریر فرمائی تھی، اور وہ تقریر اپنی آپ ہی نظیر تھی"[138]۔

امیر الہند کی تجویز

☆حضرت مولانا سجادؒ کی کوشش تھی کہ اسی اجلاس میں نصب امیر کا مسئلہ بھی حل کر لیا جائے، اور امیر الہند منتخب کر لیا جائے، وہ اس کو اس اجتماع کا نصب العین بنانا چاہتے تھے، اس لئے کہ آئندہ علماء کی اتنی بڑی تعداد کا جمع ہونا ممکن ہو یا نہ ہو۔ علاوہ حضرت شیخ الہندؒ جیسی مغتنم شخصیت ابھی موجود تھی، ان کی امارت پر اتفاق رائے کا قوی امکان تھا، بعد میں کسی دوسری شخصیت پر یہ اتفاق پیدا ہو سکے یا نہ ہو سکے، بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے دیوبند یا دہلی جا کر حضرت شیخ الہندؒ سے ملاقات بھی کی تھی، اور حضرت شیخ الہندؒ انتخاب امیر کی تجویز پر راضی بھی ہو گئے تھے، بلکہ ان کو اس پر اصرار بھی تھا اور انہوں نے بھی اپنی فراست سے اس کو محسوس کر لیا تھا کہ جو آج ہو جائے گا وہ کل نہیں ہو سکے گا، مولانا عبد الصمد رحمانیؒ لکھتے ہیں:

"وہ لوگ جو اس اجلاس میں شریک تھے، جانتے ہیں، کہ اس وقت حضرت شیخ الہندؒ ایسے ناساز تھے کہ حیات کے بالکل آخری دور سے گذر رہے تھے، نقل و حرکت کی بالکل طاقت نہ تھی، لیکن باوجود اس کے ان کو اصرار تھا، کہ اس نمائندہ اجتماع میں جب کہ تمام اسلامی ہند کے ذمہ دار اور ارباب حل و عقد جمع ہیں، امیر الہند کا انتخاب کر لیا جائے اور میری چارپائی کو اٹھا کر جلسہ گاہ میں لے جایا جائے پہلا شخص میں ہوں گا جو اس امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا، مگر نزاکت حال کو دیکھ کر طبیب وڈاکٹر اور خدام و مخلصین کی اس

----حواشی--

138 -حیات سجاد ص ۱۰۲۔

وقت رائے ہوئی، کہ حضرت شیخ الہندؒ کی صحت پر اٹھا کر رکھا جائے، تاکہ پورے اطمینان اور انشراح صدر کے ساتھ اس کو عمل میں لایا جائے[139]۔

تیسرے اجلاس میں امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز منظور

اس طرح اس اجلاس میں امیر الہندؒ کا انتخاب نہ ہوسکا یہاں تک کہ ایک ہفتہ کے بعد ہی حضرت شیخ الہندؒ کا انتقال ہوگیا۔

اس کے اگلے سال (۲۰/نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۹/ربیع الاول ۱۳۴۰ھ کو بمقام لاہور) مولانا ابو الکلام آزاد کی صدارت میں جمعیۃ علماء ہند کا تیسرا اجلاس منعقد ہوا[140]، اس میں حضرت مولانا سجاد کی کوشش سے امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز باتفاق رائے منظور کی گئی، مولانا احمد سعید صاحب رقمطراز ہیں:

> "جمعیۃ علماء نے جو تجویز امارت شرعیہ کے سلسلے میں پاس کی تھی، وہ بھی انہی کی سعی کا نتیجہ تھا"[141]۔

امیر الہند کے انتخاب میں دشواریاں

لیکن امیر الہند کے لئے کسی شخصیت پر اتفاق رائے اس اجلاس میں بھی نہ ہوسکا، اور امارت ہند کا مسئلہ معرض التوا میں چلا گیا، اس کے بعد کی تفصیل خود حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

> "انہوں نے (یعنی ارباب حل و عقد جمعیۃ علماء ہند) اجلاس جمعیۃ ۱۹۲۱ء میں امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز منظور کی، جو زیر صدارت حضرت علامہ ابوالکلام صاحب آزاد منعقد ہوا تھا اور اسی اجلاس میں امیر شریعت کے اصول کو منضبط کرنے اور بعض

----حواشی----

139 - تاریخ امارت ص ۵۳، مرتبہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ۔

140 - حضرت مولانا ابوالمحاسن سجاد-حیات وخدمات (مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار ۱۹۹۹ء پٹنہ) ص ۲۹۴ مضمون مولانا اسرار الحق قاسمیؒ۔

141 - حیات سجاد ص ۱۰۵۔

امور کی تشریحات کے لئے ایک مجلس بنائی گئی اور اسی اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ایک ماہ بعد فوراً ایک دوسرا خصوصی اجلاس اس مسودہ کی منظوری اور انتخاب امیر الہند کے لئے منعقد کیا جائے مگر جس ہفتہ اجلاس خصوصی تھا وہی وقت حکومت کے جبر و استبداد کے کامل مظاہرہ اور قوم کے دلیرانہ مقابلہ کا تھا، اور مولانا ابوالکلام آزاد صاحب اور دوسرے علماء وغیرہ بھی گرفتار ہوئے اور شاید دشمنان اسلام کی طرف سے جابجا مختلف عنوانوں سے مشہور کیا گیا کہ اجلاس ملتوی ہو گیا ، بات بھی لگتی ہوئی تھی ، کیونکہ خاص خاص مراکز میں گرفتاریاں عام تھیں ، جن اراکین کے کانوں تک التواء کی غلط آواز پہونچی ، انہوں نے قرائن پر قیاس کر کے صحیح سمجھا ، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنے ارکان نہ پہونچ سکے ، جن کی موجودگی میں اجلاس منعقد ہو سکتا ، مگر پھر بھی بعض حضرات علماء اکابر و بعض ارکان زعمائے ہند پہونچ گئے تھے ، مثلاً مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب ، مولوی احمد صاحب سیکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ وغیرہ۔ آخر ان حضرات کا باہمی مشورہ ہوا اور اس مجلس نے جو ترتیب مشورہ کے لئے مرتب ہوئی تھی مسودہ مرتب کیا۔ بعدہ کچھ ایسے واقعات و حوادث پیش آئے کہ اس مسودہ پر مجلس منتظمہ کو غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا ، اس بناپر جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس اجمیر میں یہ غور کیا گیا کہ امارت شرعیہ ہند کے قیام میں چونکہ بہ ہمہ وجوہ متعددہ تعویق ہے اس لئے جب تک صوبہ وار امارت شرعیہ قائم کی جائے اور اس کے لئے جمعیۃ علماء ہند نے صوبہ وار جمعیتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تجویز کے ذریعہ سے ان کو ہدایت دی ، کہ جلد از جلد صوبہ وار امارت شرعیہ قائم کریں[142] مگر اکثر صوبوں کے ناظمین اس دور میں اپنے صوبہ کے کاموں کے ذمہ دار تھے ، اس لئے غالباً اس تجویز پر عمل نہ کر سکے ، پھر فروری ۱۹۲۲ء میں

-----حواشی-----

142 - اجلاس اجمیر حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا ، اور صوبہ وار امارت کے لئے اس میں جو تجویز پاس

بمقام دہلی جلسۂ منتظمہ میں مسودہ فرائض واختیارامیر شریعت اور نظام نامہ امارت شرعیہ فی الہند طبع کراکر تمام ارکان انتظامیہ جمعیۃ علماء ہنداور دیگر اہل الرائے کی خدمت میں بھیجنے کی تجویز منظور ہوئی، چنانچہ اس تجویز کے مطابق عمل بھی ہوا۔۔۔ شاید اس تعویق اور تاخیر میں یہ مصلحت ہو کہ اس وقت ہندوستان کے بہت سے ارباب حل وعقد وغیرہ قید خانوں میں محبوس تھے،اس لئے امارت کے قیام واستحکام کے لئے ان اصحاب کے باہر آجانے کی ضرورت تھی تاکہ تمام یااکثر ارباب حل و عقد علماء وغیر علماء غور وفکر کے بعد ایک مضبوط بنیاد پر اس کو قائم کریں"[143]۔

مسودۂ فرائض واختیارات امیر شریعت

حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے اپنے خطبہ میں امیر شریعت کے لئے جمعیۃ علماء ہند کے تیار کردہ جن مسودات کا ذکر کیاہے،ان میں "مسودۂ فرائض واختیارات امیر الشریعۃ فی الہند "کو جمعیۃ علماء ہند کی ایک سب کمیٹی اور کچھ علماء نے مرتب کیاتھا،سب کمیٹی کے ارکان درج ذیل حضرات تھے:

☆مولانامفتی کفایت اللہ صدر جمعیۃ علماء ہند۔

☆مولاناسبحان اللہ صاحب

☆مولاناسید مرتضیٰ حسن صاحب

ہوئی اس کے الفاظ یہ تھے:

"جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس منعقدہ لاہور نے طے کردیاہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تنظیم واقامت محاکم شرعیہ وبیت المال کے لئے امیر الہند کاانتخاب کیا جائے، چونکہ امیر الہند کاانتخاب بظاہر اس وقت تک مشکل ہے جب تک صوبہ وارامراء منتخب نہ ہوجائیں،لہذا جمعیۃ علماء ہند کایہ جلسہ تجویز کرتاہے کہ جلد امراء صوبہ کاانتخاب عمل میں آئے،اور ہر صوبہ کی جمعیۃ کو توجہ دلاتاہے کہ جلد از جلد اس غرض کے لئے جمعیۃ صوبہ کے عام اجلاس کرکے اپنے صوبہ کے واسطے امیر شریعت انتخاب کرلے،انتخاب امیر سے قبل اس کے فرائض واختیارات وقواعد مرتب کرکے جمعیۃ علماء ہند سے منظور کرالئے جائیں"(بتاریخ ۳، ۴، ۵ /رجب ۱۳۴۰ھ)(تاریخ امارت مرتبہ مولاناعبدالصمد رحمانیؒ ص ۵۵ حاشیہ)

143 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۲۶ تا ۱۲۸۔

☆مولانا محمد فاخر الہ آبادی صاحب

☆مولانا عبد الماجد صاحب

☆مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب

☆اور مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند۔

ارکان کمیٹی کے علاوہ مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا فرخند علیؒ وغیرہ تیرہ (۱۳) علماء اور بھی شامل تھے، اس مجلس نے ۲۰/ نومبر ۱۹۲۱ء (۱۹/ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ) کو لاہور میں یہ مسودہ تیار کیا، یہ کل چار (۴) صفحات پر مشتمل مسودہ ہے، جس میں ایک صفحہ پر شرکاء کے نام اور تین (۳) صفحات پر تجاویز ہیں۔

نظام نامۂ امیر شریعت

جب کہ "مسودہ نظامنامۂ امیر الشریعۃ فی الہند" کو حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نے تنہا مرتب فرمایا تھا، یہ دس (۱۰) صفحات پر مشتمل ہے اور مسودۂ فرائض کے مقابلے میں یہ زیادہ مفصل اور جامع ہے۔

ان دونوں مسودات کا مجموعہ اسی زمانہ میں جمعیۃ علماء ہند نے حمیدیہ پریس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔

گیا میں جمعیۃ علماء ہند کا چوتھا اِجلاسِ عام

گیا (بہار) میں جمعیۃ علماء ہند کا چوتھا اِجلاس عام ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ / دسمبر ۱۹۲۲ء میں حضرت ابو المحاسن مولانا محمد سجاد صاحبؒ کی نگرانی میں پوری شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا، جس کی صدارت حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دار العلوم دیوبند نے فرمائی، اور اس وقت کے عام دستور کے مطابق خلافت کانفرنس کے ساتھ ہی جمعیۃ کانفرنس بھی رکھی گئی۔

اِس اِجلاس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا سید مناظر اَحسن گیلانی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> "حالاں کہ اُس وقت کانفرنسوں کا بڑا زور تھا، لیکن گیا کے میدانوں میں آکر دنیا نے تماشا کیا کہ جس جمعیۃ کی بنیاد "بہار" میں رکھی گئی تھی، وہ ایک خالص ہندو شہر اور بودھسٹ مرکز میں تھی، ایسے روشن چراغ کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھی کہ اُس

کے سامنے کانگریس کا آفتاب اور خلافت کا ماہتاب بھی شرمانے لگا، اوراِس کا اعتراف اپنے اور غیروں سب نے کیا۔ اِسی کا اعتراف نہیں، بلکہ اس کا بھی کہ سارے ہندوستان کا سب سے نمایاں اجلاس "جمعیۃ علماء گیا" کا اِجلاس تھا، اور جمعیۃ علماء گیا کا اجلاس صرف اُس واحد شخصیت (حضرت مولانا سجادؒ) کی عملی قوتوں کا مظہر تھا جس کے معنی یہی ہوئے کہ اُس وقت سارے ہندوستان کی بڑی نمایاں ہستی حضرت مولانا محمد سجادؒ کی تھی، جمعیۃ علماء اُس کے بعد بھی بڑھتی رہی، چمکتی رہی، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ گیا کا اجلاس نہیں، بلکہ جمعیۃ کے جتنے اجلاس ہوتے رہے، اُس کی بولنے والی روح اور خاموش زبان وہ تھی، جو زندگی میں بھی خاموش رہنے کے باوجود سب سے زیادہ بولنے والی تھی، اور اِن شاء اللہ اُس کی خاموش بولیاں اَبد تک نہ چپ ہونے والی بولیاں ہیں"[144]۔

حضرت مولانا محمد سجاد کے سیاسی ناقد علامہ راغب احسن صاحب ایم اے جنرل سیکریٹری کلکتہ مسلم لیگ اجلاس کی چشم دید کیفیت کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد سجاد کو پہلی دفعہ اور یہ آخری دفعہ بھی تھا، میں نے گیا کانگریس ۱۹۲۲ء کے موقعہ پر جمعیۃ علماء ہند کے عظیم الشان پنڈال میں دیکھا تھا، گیا کانگریس کا اجلاس زیر صدارت مسٹر سی آر داس ہو رہا تھا، سوراج پارٹی کی بنیاد پنڈت موتی لال نہرو داس اور حکیم اجمل خان مل کر ڈال رہے تھے، گیا میں اس موقعہ پر آل انڈیا خلافت کانفرنس اور جمعیۃ علماء ہند کی سالانہ کانفرنسیں بھی ہو رہی تھیں، دسمبر کا مہینہ تھا، کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا، کانگریس، خلافت اور جمعیۃ کے پنڈال دریائے پھلگو کے کنارے شہر سے باہر ریت کے ٹیلوں اور خوبصورت پہاڑیوں کے دامن میں قائم تھے، کانگریس اس وقت بھی سرمایہ دار ہنود کی مجلس تھی، اس کا پنڈال ہندو

----حواشی--

144 -حیاتِ سجاد ۵۶-۵۵

طرز تعمیر کا نمونہ تھا، صدر گیٹ، دروازے، اوراس کے ستون بدھسٹ طرز تعمیر کے مطابق بنائے گئے تھے، اس کا ظاہر وباطن کاملاً ہندوانہ تھا، اس کی تعمیر پر ہزاروں ہزار روپیہ خرچ کیا گیا تھا۔

اس کے بالکل برعکس جمعیۃ علماء ہند کا پنڈال اسلامی سادگی، نفاست، اور جدت، اور انڈوساراسینک (Indo Sara Cenic) عربی ہندی طرز تعمیر کی رعنائیوں کا آئینہ دار تھا، اس کے عالیشان صدر پھاٹک اور داخل وخارج ہونے کے دروازوں پر عربی حروف میں معنیٰ خیز آیات قرآنی درج تھے، مسلمانوں کے علاوہ ہزاروں لاکھوں ہندو روزانہ جمعیۃ علماء کے پنڈال کو آکر دیکھتے اور تعریف کرتے تھے، جو کلمہ سب کی زبانوں پر عام تھا وہ یہ تھا کہ باوجود سادہ اور کم خرچ ہونے کے جمعیۃ کا پنڈال کانگریس کے پنڈال سے ہزار درجہ زیادہ آرام دہ، زیادہ روشن وفراخ، زیادہ حسین وجمیل، اور زیادہ عالیشان، زیادہ پرشکوہ تھا، اور یہ سب کچھ مولانا سجاد کی اعلیٰ تعمیری صلاحیت کا نتیجہ تھا، مجھے معلوم تھا کہ مولانا نے یہ سارا انتظام انتہائی بے سروسامانی، بے مائیگی، اور پریشانی کے عالم میں اور قلیل ترین وقت یعنی صرف چند دنوں کے اندر کیا تھا، گیا کی جمعیۃ علماء کانفرنس اور خلافت کانفرنس کی اصل روح رواں، دماغ، مدبر، اور مرکزی شخصیت مولانا سجاد کی ذات تھی، مولانا سجاد نے محض چند گنے ہوئے دنوں کے اندر جمعیۃ علماء اور خلافت کانگریس کے متعلق جملہ انتظامات باوجود غربت و افلاس اور بے سروسامانی کے اتنے اعلیٰ پیمانہ اور بہترین بلکہ نادرترین انداز پر کیا تھا، کہ ہندو مسلم اکابر کی نگاہیں بے اختیار مولانا پر مرکوز ہورہی تھیں اور سب کی زبانیں اس حقیقت کے اعتراف میں ہم آواز تھیں کہ:

"گیا کانگریس نے ملک کی ایک نادر اور حیرت انگیز تنظیمی طاقت کا انکشاف کیا ہے، مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب قادری داناپوری جمعیۃ علماء ہند کی مجلس استقبالیہ کے صدر تھے، آپ نے مولانا سجادؒ کی انتظامی صلاحیت کا اعتراف کرتے

ہوئے کھلے اجلاس میں فرمایا تھا کہ :

"مولانا سجاد نے مسلمانوں کی عظیم الشان تنظیمی اور سیاسی کاروائی کا جو ثبوت دیا ہے، وہ اس درجہ بلند ہے کہ سوراج ملنے کے بعد مولانا کو ہندوستان کا گورنر اور گورنر جنرل بنانا موزوں ہو گا، کیونکہ وہ ایک نئے ہندوستان کے نئے خیالات واصول کے مطابق تعمیر کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں"

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند صدر اجلاس نے جو خود بھی بڑے منتظم بزرگ تھے اس خراج تحسین کی تائید فرمائی تھی۔

اسی اجلاس گیا کے موقعہ پر مجھے مولانا مرحوم کی تقریر سننے کا پہلا موقعہ ملا تھا، اور یہ محسوس ہوا تھا کہ وہ صاحب بیان نہیں بلکہ صاحب عمل بزرگ ہیں۔ مولانا سجادؒ نہ صرف ایک بڑی تنظیمی صلاحیت رکھنے والے بزرگ تھے، بلکہ جدید (Qriginal) خیالات وافکار رکھنے والے ایک معمار اور خلاق بھی تھے، وہ صرف منتظم اور مدبر نہیں تھے، بلکہ مفکر، مجتہد اور آرٹسٹ بھی تھے، اور کوئی اول درجہ کا معمار اور آرٹسٹ نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اعلیٰ درجہ کی قوت تخییل اور اعلیٰ درجے کی قوت تخلیق نہ رکھتا ہو، اور گیا کے ملی مجالس اور اس کے متعلقہ انتظامات ان کی اعلیٰ قوت تخییل اور اعلیٰ تخلیق کے مخلوقات فکر و عمل تھے، مولانا کی شخصیت میں بیک وقت اعلیٰ درجہ کی انتظامی صلاحیت اور عملی طاقت کے ساتھ نئے نئے خیالات و تعمیرات کے عدم سے وجود میں لانے کی تخلیقی قوت بھی جمع تھی، وہ نہ صرف حسب موقع نئے خیالات کو قبول کر سکتے تھے، بلکہ نئے خیالات کی آفرینش کی بھی قوت رکھتے تھے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ وہ اپنے نئے خیالات کے مطابق ایک نئی دنیا کی تعمیر بھی کر سکتے تھے۔ اجلاس گیا کے موقعہ پر ہر چیز اور ہر انتظام پر مولانا سجاد کی

تخلیقی شخصیت اوراجتہادی آرٹ کا چھاپ صاف نمایاں تھا"[145]

اجلاس جمعیۃ علماءہند مرادآباد

☆جمعیۃ علماءہند کے پانچویں اجلاس عام(۱۵/ جمادی الثانیۃ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۱/ جنوری ۱۹۲۵ء-مرادآباد)کی آپ نے صدارت فرمائی،جمعیۃ کے اراکین و ذمہ داران اس پر اس قدر مسرور اور جذبۂ امتنان سے لبریز تھے کہ اجلاس عام میں باضابطہ آپ کے لیے تجویز شکریہ منظور کی گئی،جو کہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔چنانچہ اجلاس کی تجویز نمبر ۲۹اس طرح ہے۔

> ”جمعیۃ علمائے ہند کا یہ اجلاس حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ صدر اجلاس جمعیت علمائے ہند مرادآباد کی خدمت میں اپنا مخلصانہ شکریہ پیش کرتاہے کہ حضرت ممدوح نے اجلاس کی صدارت ورہنمائی فرما کراس کو عزت بخشی،حق تعالی مولانا کو اجر جزیل عطافرمائے“[146]

اسی موقعہ پر آپ نے اپناوہ تاریخی خطبۂ صدارت پیش فرمایاجس کو کانفرنسوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادرکھاجائے گا،آپ نے عالمی اور ملکی مسائل،سیاست کی شرعی اور تاریخی حیثیت،سیاست سے علماء کی بے اعتنائی پر تنبیہ اوراس کے اسباب وعوامل،خطرات اورسدباب اور مختلف اداروں اور تحریکات کے لئے منصوبے،تجاویزاور طریق کار پر ایسی مبصرانہ،محققانہ اور ناقدانہ روشنی ڈالی جس نے علم اوراسلامی سیاست کی لائبریری میں (مجاہدملت مولاناحفظ الرحمن سیوہارویؒ کے الفاظ میں)ایک اصولی انسائیکلوپیڈیاکااضافہ کیا،[147]اسی موقعہ پر مولاناسجادؒنے جمعیۃ علماء کی ہمہ گیری،اہداف ومقاصد،اورافادیت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشادفرمایا:

---حواشی---

145 ۔محاسن سجادص ۱۰۲تا۱۰۵۔

146 ۔مولاناابوالمحاسن سجاد-حیات وخدمات ص ۲۹۵،۲۹۴ مضمون مولانااسرارالحق قاسمی۔☆تجاویز:۲۹۔

147 ۔جب کہ امرواقعہ یہ ہے کہ یہ خطبہ حضرت مولاناسجادؒنے نہایت عجلت میں اور کم وقت میں تیار فرمایاتھا،جس کا تذکرہ "خطبۂ صدارت "کے پیش لفظ میں حضرت مولاناقاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے کیاہے(ص ۶)دراصل اس اجلاس کی صدارت علامہ سید سلیمان ندویؒ کو کرنی تھی،لیکن عین وقت پر اچانک علامہ کے وفد جدہ میں شرکت کی بناپر حضرت مولاناسجادؒ کو یہ ذمہ داری دی گئی،جب کہ اجلاس

"مجھ کو اس کے بانیین کے اس حسن تدبر سے بے حد مسرت ہوتی ہے کہ انہوں نے علماء وغیر علماء کی خلیج کو پاٹنے کے لئے ایک بہتر صورت پیدا کر دی ہے، اس کے علاوہ چونکہ علمائے جانبین نے جمعیۃ کے مقاصد میں سیاست کو بھی داخل کیا ہے جو ایک مناسب اور ضروری امر تھا، اس لئے بھی ضرورت تھی کہ جو حضرات سیاست مغربیہ سے زائد واقفیت رکھتے ہوں ان کو مشورہ میں شریک کیا جائے، اور سیاست مغربیہ کی چال بازیوں کو سیاسی حضرات سے معلوم کیا جائے، اور ادھر سیاسی حضرات علماء ربانیین سے شریعت کے اس اسلحہ کو معلوم کریں جس سے سیاسیات مغربیہ کی چالبازیوں کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے، یا سیاسیات مغربیہ کے اسلحہ خانوں سے جو اسلحہ وہ خود حاصل کریں اس کو علماء شریعت کے سامنے پیش کر کے اس کا قابل استعمال من جہۃ الشرع ہونا معلوم کریں، اور یہ علماء کی کثرت ہی سے ہو سکتا ہے۔ پس جس طرح سے یہ حقیقت جمعیت کی صورت نوعیہ پر تصویب کی مہر لگاتی ہے اسی طرح اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالتی ہے، کہ اگر آج ہندوستان کی سرزمین میں سب سے زیادہ کسی جمعیت کی ضرورت ہے تو وہ جمعیۃ علماء ہند کی ہے، اس لئے تمام علماء ہند و زعماء ہند وعوام الناس کا اولین فرض ہے کہ اس کو مضبوط کریں، اور اس کی مضبوطی قلوب میں اس کو جگہ دینے اور پھر اس کے خزانہ کو معمور کرنے سے ہو سکتی ہے۔۔۔

میرے اس کلام سے یہ خیال نہ ہونا چاہئے کہ میں ہندوستان کی دوسری قومی مجالس

میں صرف چند روز باقی تھے، اس بات کا ذکر خود حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بھی اپنے مضمون میں کیا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"جمعیۃ العلماء کے اجلاس کلکتہ کے خطبہ میں میرے قلم سے ان کی نسبت یہ الفاظ نکلے تھے، جو پہلے مدح تھی اب مرثیہ ہے۔

"۱۳۴۳ھ کے اجلاس خاص مراد آباد کے موقع پر بھی مجھے یہ عزت عطا ہوئی تھی، مگر عین وقت پر وفد جدہ کی برکت نے انکار پر مجبور کیا اور میں خوش ہوں کہ اس کی بدولت ایک خاموش ہستی بولی اور ایک بے زبان نے زبان کے جوہر دکھائے اور ایک ہمہ تن سوز و گداز نے کاغذ کے صفحوں پر اپنے دل کے ٹکڑے بکھیرے" (محاسن سجاد ص ۴۳، ۴۲)

کو لغو اور بیکار محض سمجھتا ہوں، بلکہ ان کو بھی میں ایک مفید شے سمجھتا ہوں، ہاں یہ ضرور ہے کہ میں جمعیۃ علماء کو باعتبار ضرورت واہمیت اولیت کا مرتبہ دیتا ہوں اور بقیہ مجالس کو ثانویت وثالثیت کے مراتب میں خیال کرتا ہوں"[148]

جمعیۃ علماء ہند کا ادارۂ حربیہ

۱۹۲۹ء میں انگریزوں کے خلاف کانگریس کی سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تو جمعیۃ علماء ہند نے بھی اپنے اجلاس مجلس عاملہ (۱۱، ۱۲ / اگست ۱۹۲۹ء مرادآباد) میں سول نافرمانی کا پروگرام منظور کیا، اس جرم میں مولانا مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلویؒ ۱۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۱ / اکتوبر ۱۹۳۰ء کو گرفتار کر لئے گئے اور انہیں چھ (۶) ماہ قید با مشقت کی سزا ہوئی[149]۔ پھر جمعیۃ علماء ہند نے اپنے دسویں اجلاس عام (۳۱ / مارچ تا یکم اپریل ۱۹۳۱ء کراچی) میں ایک تجویز کے ذریعہ سول نافرمانی کی تحریک کو جاری رکھنے اور رضاکاروں کی بھرتی کا پروگرام منظور کیا، سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جو لوگ سول نافرمانی کی تحریک میں گرفتار ہوتے تھے، جیل کی سزا کے ساتھ ان کی جائداد بھی ضبط کر لی جاتی تھی، اور بڑے بڑے جرمانے عائد کئے جاتے تھے، جس کی وصولی کے لئے ان کی جائیدادوں کو نیلام کر دیا جاتا تھا [150]، اس لئے اس بار تحریک چلانا سخت دشوار معلوم ہو رہا تھا، پورے ملک میں اس تحریک کو چلانے کے لئے ایک مستقل نظام کی ضرورت تھی، چنانچہ جمعیۃ علماء ہند نے اس کے لئے ایک خفیہ ادارہ "ادارۂ حربیہ" قائم کیا، کانگریس نے اس کے لئے "جنگی کونسل" قائم کیا تھا، اس نظام کے سربراہ کو جمعیۃ اور کانگریس دونوں جگہ "ڈکٹیٹر" کہا جاتا تھا، اور یہ اصطلاح اس لئے اختیار کی گئی تھی، کہ ملک میں سخت بے چینی کے حالات تھے، کانگریس غیر قانونی جماعت قرار دی جا چکی تھی، اس کے تمام مراکز پر چھاپہ ماری کی جارہی تھی، جمعیۃ علماء ہند گو کہ غیر قانونی کے دائرے میں نہیں آئی تھی، لیکن کانگریس سے نظریاتی قربت کی بنا پر اس کے ساتھ بھی

----حواشی----

148 - خطبۂ صدارت مرادآباد ص ۱۳۶، ۱۳۷۔

149 - کفایت المفتی ج ۱ ص ۹ مطبوعہ کراچی۔

150 - مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد - حیات وخدمات ص ۱۲۹ مضمون مولانا شاہ محمد عثمانی، وص ۲۹۷ مضمون مولانا اسرار الحق قاسمی۔

وہی سلوک روا رکھا جاتا تھا،اس کے قائدین کی گرفتاریاں بھی جہاں تہاں جاری تھیں، کس کی گرفتاری کب اور کہاں ہو جائے گی، کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا، صدراور ناظم وغیرہ کے انتخاب کے لئے مجلس عاملہ یا مجلس عمومی کی نشستوں کی ضرورت ہوتی ہے، جس کا اس زمانہ میں کوئی موقعہ نہیں تھا،اسی لئے ایک سرکلر کے ذریعہ تمام عہدے ختم کرکے ڈکٹیٹر شپ قائم کردی گئی تھی،اورڈکٹیٹر ہی نظام چلاتا تھا،اوراس کی ایک خفیہ ترتیب بھی قائم کردی گئی تھی، مرکزی اور صوبائی دونوں سطحوں پر یہی ترتیب بنائی گئی تھی، تاکہ ایک گرفتار ہوتواپنی جگہ دوسرے کونامزد کردے، یہ بالکل جنگی صورت حال تھی،اس لئے جنگی حکمت عملی سے واقف حضرات ہی کو اس میں شامل کیا گیا تھا،چونکہ ثبوت اور چھاپہ ماری سے بچنے کے لئے یہ تمام کاروائی تحریری ریکارڈمیں نہیں لائی جاتی تھی،اس لئے اس کی حتمی ترتیب معلوم نہیں ہے،البتہ مولانامحمد میاں صاحبؒ نے حافظہ سے بعض ڈکٹیٹروں کے نام بیان کئے ہیں کہ وہ کس نمبر پر تھے ؟مثلاً: مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ڈکٹیٹر اول، مولاناسید حسین احمد مدنیؒ ڈکٹیٹر دوم،اور مولانااحمد سعید دہلویؒ ڈکٹیٹر سوم تھے،اپنے بارے میں انہوں نے بتایاکہ کہ وہ نویں نمبر کے ڈکٹیٹر تھے،البتہ ادارۂ حربیہ کے پورے نظام کے کلید بردار اور قائد حضرت مولانامحمد سجادؒ تھے، مولانامحمد میاں صاحبؒ کے الفاظ میں:

"جمعیۃ علماء ہند کے صدر مفتی اعظم حضرت مولانامحمد کفایت اللہ صاحب اور ناظم اعلیٰ سحبان الہند حضرت مولانااحمد سعید صاحب تھے، مگر وہ ڈاکٹر جس کو بہت سے انجکشن دیئے گئے تھے،ابوالمحاسن مولاناسجاد صاحب (نائب امیر شریعت صوبہ بہار) تھے، رحمہم اللہ،ادارۂ حربیہ کے کلید بردار یہی حضرت تھے۔

جمعیۃ علماء ہند کے دفتر سے علٰحدہ محلہ بلی ماران کی ایک تاریک گلی میں ایک مکان لے لیا گیا تھا حضرت مولاناسجاد صاحب کا قیام اسی مکان میں رہتا تھا جس کا علم دفتر کے لوگوں میں سے بھی غالباًصرف قاضی اکرام الحق صاحب کو تھاجماعت کے جو حضرات اسی ادارہ کی ضرورت سے حضرت موصوف سے ملاقات کرناچاہتے تھے،تو قاضی اکرام الحق صاحب ہی ان کے رہبر بنتے تھے۔ مولاناسجاد صاحب کے دست راست اور نفس ناطقہ مولاناحفظ الرحمن سیوہارویؒ تھے، جن کو نظام رضا کاران

کاناظم اعلیٰ یاکمانڈر بنایا گیاتھا،اوران کاکام یہ تھاکہ ملک میں گھوم پھر کر تحریک کاجائزہ لیں اوراس نظام کوکامیاب بنائیں۔۔۔اور احقر (مولانا محمد میاں صاحب) کے لئے موصوف (حضرت سجادؒ) کی ہدایت یہ تھی ،کہ ہرہفتہ جمعہ کی صبح کو مرادآباد سے چل کر دہلی پہونچاکرے اور نمازجمعہ کے بعدجامع مسجد میں تقریر کرکے واپس ہوجایاکرے(اسی ضمن میں مولانامیاں صاحب نے اپنی گرفتاری کا قصہ بھی بیان کیاہے جس سے مولاناسجادصاحب کی بصیرت اور حالات سے آگہی کاپتہ چلتاہے، مولانامیاں صاحب کاخیال ہے کہ اگر حضرت مولاناسجادؒکی ہدایات کی پاسداری میں غفلت نہ برتی گئی ہوتی تووہ گرفتاری سے بچ سکتے تھے)[151]

مولاناعبدالصمد رحمانی بھی اس نظام میں حضرت مولاناسجادؒ کے معاون تھے[152]، پورے ملک سے ہزاروں کی تعدادمیں رضاکارآتے تھے،اورنافرمانی کامظاہرہ کرکے گرفتار ہوتےتھے،حضرت مولانا محمد سجادصاحبؒ نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ اس مہم کوسرانجام دیا،بلکہ جب بھی جمعیۃ علماء نے یہ نظام قائم کیا،مولانامحمد سجادؒہی اس کے سربراہ رہے ،اور دلچسپ بات یہ ہے کہ سب کچھ کرنے کے باوجودآپ کبھی گرفتارنہیں ہوئے،آپ کے شریک کار اوراس نظام میں آپ کے دست راست مولاناحفظ الرحمن سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

"جمعیۃ علماء ہندنے اس اکیس سالہ سیاسی دورمیں ہندوستان کے اندراسلام کی سر بلندی اورملک و وطن کی آزادی کے لئے برٹش حکومت کے مقابلہ میں جب بھی " دائرۂ حربیہ " قائم کرکے سول نافرمانی کاآغاز کیا،توہمیشہ مولانائے موصوف ہی اس ادارہ کے امیریا انچارج مقرر ہوئے اورمولانانےاس بے سرو سامان مجلس کے جھنڈے کے نیچے ہندوستان کے مختلف صوبوں کے ہزاروں مسلمانوں کی بہترین

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

151 ۔مجاہدملت مولاناحفظ الرحمن–ایک سیاسی مطالعہ ص۱۳۹تا۱۴۵ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری،ناشر فرید بک ڈپو،۲۰۱۱ء۔

152 ۔مولاناابوالمحاسن محمد سجاد–حیات وخدمات ص۱۲۹ مضمون مولاناشاہ محمد عثمانی۔

قیادت انجام دی اور دائرۂ حربیہ کے کام کو اس خوبی سے انجام دیا کہ اس سے بہتر اس اہم اور مشکل مہم کو انجام دینا دوسروں کے لئے بہت مشکل تھا"[153]

شاردا ایکٹ کے خلاف احتجاج

☆ملک میں جب شاردا ایکٹ (تحدید عمر ازدواج اور سول میرج قانون) نافذ ہوا، جس میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے شادی کی عمر کی تحدید کی گئی تھی، تو حضرت مولانا سجادؒ نے الجمعیۃ اور جریدۂ امارت میں اس کے خلاف مضامین لکھے، اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ اگر حکومت ان کا مطالبہ تسلیم نہ کرے تو اس قانون کی نافرمانی کریں، چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس (۱۱، ۱۲/ اگست ۱۹۲۹ء مرادآباد) میں اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا۔ اور اس کو مذہب میں مداخلت کے ہم معنیٰ قرار دیا، پھر جمعیۃ علماء ہند کے نویں اجلاس عام (۳تا۶/ مئی ۱۹۳۰ء امروہہ) میں شاردا ایکٹ کے خلاف سخت تجویز منظور کی گئی[154]۔

جمعیۃ علماء کے اس فیصلہ کے بعد حضرت مولانا سجاد صاحب کے ایما پر گیا میں قانون شکنی کے عنوان سے ایک "متحدہ کانفرنس" ہوئی، جس میں علی الاعلان قانون شکنی کے مظاہرے کیے گیے، جس میں خود مولانا سجادؒ بھی بہ نفس نفیس شریک ہوئے، مولانا شاہ محمد عثمانی صاحب نے اس اجلاس کا آنکھوں دیکھا حال نقل کیا ہے کہ:

> "چند نوجوان ایسی لڑکیوں سے شادی کرنا چاہتے تھے، جن کی عمریں قانون کی مقرر کردہ حد سے کم تھیں، لیکن وہ یتیم لڑکیاں تھیں ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا مولانا نے ان کا نکاح پڑھایا اور مطبوعہ فارم پر یہ لکھ کر کہ "ہم نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے، کیوں کہ ہم انگریزی حکومت کو اس کا حق دینا نہیں چاہتے کہ وہ مسلمانوں کے معاملہ میں دخل دے، اور یہ کہ نکاح مولانا محمد سجاد نے پڑھایا

----حواشی----

153 -حیات سجاد ص ۱۵۰ مضمون مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ۔

154 -مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص ۱۳۲، ۱۳۱ مضمون مولانا شاہ محمد عثمانیؒ وص ۲۹۷، ۲۹۶ مضمون مولانا اسرار الحق قاسمی صاحب۔

ہے۔ حکومت ہند کو بھیج دیا گیا"[155]۔

مدح صحابہ ایجی ٹیشن

☆لکھنؤ میں مدح صحابہ ایجی ٹیشن (۱۹۳۸ء) بھی جمعیۃ علماء ہند کی اسی پالیسی کا حصہ تھا، جس میں سول نافرمانی کر کے اہل سنت کی طرف سے گرفتاریاں پیش کی جاتی تھیں، جس کی قیادت حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نے کی[156]۔

مجلس تحفظ ناموس شریعت

☆شاردا ایکٹ (تحدید عمر ازدواج اور سول میرج قانون) کے پاس ہونے کے بعد جمعیۃ علماء ہند نے آئندہ کے خطرات کے انسداد کے لئے "مجلس تحفظ ناموس شریعت" قائم کی، اور اس کا ناظم حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کو بنایا گیا، آپ نے اس مجلس کے ذریعہ دیگر بہت سے کاموں کے علاوہ دہلی کی وہ مساجد اور اوقاف کی جائیدادیں جو مرکزی یا صوبائی حکومتوں کے قبضے میں چلی گئی تھیں، ان کی واگذاری کی تحریک چلائی، اور سینکڑوں مساجد اور اوقاف کو آزاد کرایا۔

آپ نے مساجد و اوقاف کے متعلق مرکزی اسمبلی میں سوال کرایا تو معلوم ہوا کہ حکومت ہند کے قبضہ میں تقریباً پانچ سو (۵۰۰) مساجد ہیں، اوقاف کے متعلق کوئی جواب نہیں ملا[157]۔

آزاد ہندوستان کا دستور اساسی

☆۳/ اگست ۱۹۳۱ء (۱۸/ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ) کو جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس سہارن پور میں آزاد ہندوستان کے دستور اساسی کا مسودہ "جمعیۃ علماء کا فارمولہ" کے نام سے پیش کیا گیا، جس میں تمام مذاہب کی مکمل آزادی، مسلم پرسنل لاء کی حفاظت، اور مسلمانوں کے مخصوص مقدمات مسلم قاضیوں

----حواشی----

155 -مولانا محمد سجاد- حیات وخدمات ص ۱۳۲، ۱۳۱☆حیات سجاد ص ۱۳۹ مضمون مولانا عثمان غنی صاحب سابق ناظم امارت شرعیہ پٹنہ۔

156 -محاسن سجاد ص ۶۱، مضمون مولانا منظور احمد نعمانیؒ☆نیز حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ کی کتاب "امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب" پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کا مقدمہ ص ۲۴۔

157 -حیات سجاد ص ۱۴۰،۱۳۹ مضمون مولانا عثمان غنی صاحب۔

سے فیصل کرائے جانے کی وضاحتیں شامل تھیں،یہ فارمولہ حضرت مولانا سجاد صاحب کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ تھا[158]۔

سیاسی انتخابات میں شرکت کی تجویز

☆جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ترک موالات کا فتویٰ حضرت مولانا سجادؒ نے مرتب کیا تھا،اس میں مجالس مقننہ کا بھی مقاطعہ کیا گیا تھااوراس کی روشنی میں پارلیمانی انتخابات میں مسلمانوں کی شرکت ممنوع تھی۔۔۔لیکن اس کے بعد ایسے ارکان منتخب ہو کر مجالس قانون ساز میں پہونچے جن کو اپنے دین وملت اور ملک وقوم کی کوئی پرواہ نہیں تھی،اس سے ملت کو سخت نقصانات پہونچے،جس کی وجہ سے کئی لوگ ضرورت محسوس کرنے لگے تھے کہ اس مقاطعہ کا خاتمہ ہونا چاہئے،تاکہ ملک وملت سے محبت کرنے والے لوگ مجالس مقننہ میں پہونچ سکیں،اس کی پوری روئیداد مولانا محمد عثمان غنی صاحبؒ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

> "حضرت مولانا نے فرمایا کہ جب تک جمعیۃ علماء ہند مقاطعہ کی تجویز واپس نہ لے لے اس وقت تک ہم لوگ کس طرح کسی کی تائید یا حمایت کرسکتے ہیں،میں نے عرض کیا کہ مجالس مقننہ کے ارکان کی جو روش ہے اس کو دیکھتے ہوئے مقاطعہ کو قائم رکھنا جائز قرار نہیں دیا جاسکتا،"اذا ابتلی ببلیتین فاختر اھونھما" پر عمل کرنا چاہئے،مثال میں ہم نے قاضی احمد حسین صاحب کے وقف بل کی ناکامیابی کو بیان کیا کہ صرف مسلمان ارکان کی حکومت پرستی نے اس مفید بل کو ناکام بنادیا،نیز مرکزی اسمبلی کے بعض ارکان جیسی حرکتیں کررہے تھے،اس کو عرض کیا۔حضرت مولانا نے فرمایا کہ تم جریدۂ امارت میں لکھو،اگر جمعیۃ علماء ہند اپنی عائد کردہ پابندی ہٹالے تو پھر آئندہ حصہ لیا جائے گا،چنانچہ راقم الحروف نے جریدۂ

____حواشی____

[158] - حیات سجاد ص ۱۵۰ مضمون مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ ،☆مولانا ابوالمحاسن سجاد-حیات وخدمات ص ۲۹۷ مضمون مولانا اسرارالحق قاسمی۔

امارت میں مضامین لکھنا شروع کردیئے، اس کے بعد نقیب میں بھی کچھ مضامین لکھے۔

حضرت مولانا کی عادت تھی، کہ جس معاملہ میں ان کا قلب مطمئن ہو جاتا تھا، پھر اس کو جلد سے جلد انجام دینے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ اس معاملہ میں بھی جب ان کا قلب مطمئن ہو گیا، تو انہوں نے جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس (منعقدہ ۱۴تا۱۶ / جنوری ۱۹۳۴ء مرادآباد) میں مجالس مقننہ میں شرکت کی تجویز پیش کر دی جو منظور ہو گئی،

اس کے بعد ربیع الاول ۱۳۵۳ھ میں امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ میں بھی حضرت مولانا نے اس تجویز کو منظور کرا لیا اور اسی تجویز کی بنیاد پر امارت بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی اور امارت شرعیہ نے پہلی بار انتخاب میں حصہ لیا"[159]۔

چھپرہ بہار میں جمعیۃ کی صوبائی کانفرنس

اس موقعہ پر ۱۹۳۸ء (۱۳۵۷ھ) میں چھپرہ میں جمعیۃ علماء ہند کی صوبائی کانفرنس کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو حضرت مولانا محمد سجادؒ کے زیر قیادت منعقد ہوئی تھی، یہ کانفرنس کئی اعتبار سے بے حد اہمیت کی حامل ہے، حضرت مولانا سجاد صاحب چھپرہ تشریف لائے اور مدرسہ وارث العلوم چھپرہ میں قیام پذیر ہوئے، حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند ان دنوں اسی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے، مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"۱۹۳۸ء میں جمعیۃ العلماء بہار کی صوبائی کانفرنس کے سلسلہ میں مولانا محمد سجاد صاحبؒ مدرسہ وارث العلوم چھپرہ میں تشریف فرما تھے۔ اس زمانہ میں مسلم لیگ کا دور شباب تھا اور وہ جمعیۃ کی صوبائی کانفرنس کے سخت مخالف تھے۔ ہم طلبہ سمجھتے تھے کہ یہ کانفرنس کامیاب شاید نہ ہو سکے گی، ہم لوگ شہر میں اشتہار تقسیم کر کے

----حواشی--

159 -حیات سجاد ص ۱۴۳، ۱۴۲ مضمون مولانا عثمان غنی صاحبؒ۔

واپس ہوتے تھے تو حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ بلا کر پوچھتے تھے عوام اور مسلم رضاکاروں کا تمہارے ساتھ کیا برتاؤ رہا۔ ہم بتاتے تھے کہ گالیاں دی گئیں، کہیں علماء کرام کے خلاف زبان درازیاں ہوئیں۔ مولانا ان تمام تفصیلات کو غور سے سنتے تھے اور پھر تشفی کے جملے فرماتے تھے اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمت نہ ہارو! کانفرنس کامیاب ہو کر رہے گی، چنانچہ اس سخت مخالفانہ ماحول میں مولانا کی تدبیروں سے کانفرنس کامیاب رہی، بڑا خوبصورت پنڈال تیار کرایا گیا۔ جمعیۃ کا جھنڈا کالا سفید اسی وقت تیار کرایا اور اس کو بڑے اچھے انداز میں نمایاں کر کے لہرایا، مخالفین پنڈال اور جھنڈے دیکھنے آتے تھے۔

جس بلڈنگ میں علماء کرام کا قیام تھا وہاں سے لے کر پنڈال تک سڑک کے دونوں طرف لیگی کالے جھنڈے لے کر کھڑے رہتے تھے اور مخالف نعرہ لگاتے تھے، یہی حال اس وقت ہوتا تھا جب ہم اسٹیشن سے مہمانوں کو لے کر قیام گاہ پہنچاتے تھے، بڑا سخت وقت تھا، مگر حضرت پر کبھی کوئی اثر نہیں دیکھا۔ ہمارے اساتذہ بھی میدان میں جمے ہوئے تھے [160]۔

یوم فلسطین کی تجویز

☆ خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد فلسطین کا مسئلہ پیچیدہ ہو گیا، اعلان بالفور کے ذریعہ فلسطین میں ایک نئی یہودی مملکت قائم کرنے کا منصوبہ سامنے آیا تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ حساس ہو گیا، ان حالات میں ۳/ اگست ۱۹۳۸ء (۶/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۷ھ) کو جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ نے سول نافرمانی کی تجویز منظور کی، جو دراصل حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کی تحریک پر پیش کی گئی تھی [161]، مولانا نے امارت شرعیہ کی طرف سے بھی پورے صوبے میں اس کے خلاف احتجاجی جلوس نکالنے کی ہدایت جاری فرمائی، جمعہ ۳/ ستمبر

----حواشی----

160 - مولانا ابو المحاسن سجاد - حیات و خدمات ص ۳۸۶ مضمون حضرت الاستاذ مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

161 - جمعیۃ علماء کیا ہے؟ ص مرتبہ: مولانا سید محمد میاں صاحب، مطبوعہ الجمعیۃ بکڈپو۔

۱۹۳۷ء (۲۶/ جمادی الثانیۃ ۱۳۵۶ھ) کو یوم فلسطین منایا گیا[162]۔

نظارت امور شرعیہ کا مسودہ

☆جمعیۃ علماء ہند نے ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں نظارت امور شرعیہ کا منصوبہ پیش کیا جس میں حکومت سے ایک ناظر امور اسلامی کے عہدہ کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا تھا، یہ تجویز دراصل حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کی تھی، اور انہوں نے ہی اس کا مسودہ بھی تیار کیا تھا، بعد میں اس پر غور وخوض کرنے کے لئے جو سب کمیٹی بنائی گئی اس کے روح رواں اور داعی بھی حضرت مولانا سجاد صاحبؒ ہی تھے، یہ اسکیم مولانا نے دو سال پیشتر ۱۹۳۷ء (۱۳۵۶ھ) ہی میں پیش فرمائی تھی، جیسا کہ قانونی مسودے پر درج تاریخ سے معلوم ہوتا ہے، جو ۱۹۳۹ء کے اجلاس میں منظور ہوئی، یہ پورا مسودہ مولانا محمد میاں صاحب کی کتاب "جمعیۃ علماء کیا ہے؟ اور حضرت مولانا سجادؒ کے قانونی مسودات کا مجموعہ " قانونی مسودے" میں موجود ہے[163]۔

واردھا تعلیمی اسکیم کا جائزہ

☆اسی اجلاس میں حکومت کی واردھا تعلیمی اسکیم پر بھی غور کیا گیا اور اس کے نقائص کا جائزہ لیتے ہوئے ایک جامع رپورٹ تیار کی گئی، یہ رپورٹ بھی حضرت مولانا محمد سجادؒ ہی نے تیار کی تھی، اور آپ کی فکر وفن کی شاہکار ہے[164]۔

نہرو رپورٹ کا بائیکاٹ

☆لندن پارلیامنٹ میں برطانوی وزیر اعظم نے تقریر کی جس میں ہندوستانیوں کی غیرت کو چیلنج کیا گیا کہ اگر ہندوستان آزادی کا مطالبہ کرتا ہے تو چاہئے کہ وہ ایک دستور بنا کر پیش کرے، ہم اس کو منظور کرلیں گے، اس چیلنج کے جواب میں موتی لال نہرو کی سرکردگی میں ایک کمیٹی بنائی گئی، جس نے ایک

----حواشی--

162 -امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب ص ۲۱۱۔

163 -جمعیۃ علماء کیا ہے؟ (ضمیمہ) حصہ دوم ص ۵ تا ۸ مرتبہ حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ، مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی ☆ قانونی مسودے ص ۴۱ تا ۴۵ جمع وترتیب حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ۔

164 -جمعیۃ علماء کیا ہے؟ حصہ دوم ص ۱۳ تا ۱۷ مرتبہ مولانا محمد میاں صاحب۔

دستوری خاکہ مرتب کیا، جو نہرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہوا، بد قسمتی سے اس رپورٹ میں خالص ہندو ذہنیت کی عکاسی تھی، مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی تھی، اس لئے جمعیۃ علماء ہند کے لئے اس کی تائید ممکن نہیں تھی، کانگریس نے نہرو رپورٹ پر غور و خوض اور اس کی منظوری کے لئے لکھنؤ میں ۱۹۲۸ء (۱۳۴۶ھ) کے آخر میں آل پارٹیز کانفرنس بلائی، جمعیۃ علماء ہند کو بھی دعوت ملی، جمعیۃ نے اپنا ایک نمائندہ وفد کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ کیا، جس میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا عبد الحلیم صدیقی، مولانا حسرت موہانیؒ، مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، مولانا محمد شفیع فرنگی محلیؒ، مولانا محمد عرفانؒ، اور مولانا ریاست حسینؒ شامل تھے، جمعیۃ علماء ہند کے نزدیک نہرو رپورٹ میں گیارہ (۱۱) بنیادی خامیاں تھیں، جن سے مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی تھی، ارکان وفد نے ان خامیوں کو اجاگر کیا، اور نہرو رپورٹ سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا، اس موقعہ پر حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کی آئین شناشی کے جوہر کھل کر سامنے آئے، اور آپ نے جمعیۃ علماء بلکہ تمام مسلمانان ہند کی مضبوط نمائندگی فرمائی[165]۔

جمعیۃ علماء ہند کی قیادت کا مسئلہ

☆ ایک موقعہ پر جمعیۃ علماء ہند میں مسٹر اور مولانا کی جنگ چھڑ گئی، کچھ لوگ چاہتے تھے کہ جمعیۃ پر سے علماء کا غلبہ ختم کیا جائے اور قیادت میں انگریزی داں طبقہ کو بھی شامل کیا جائے، مولانا محمد علی جوہرؒ جو حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کے فیض توجہ وارادت سے مسٹر سے مولانا ہو گئے تھے، کچھ لوگ ان کو جمعیۃ علماء ہند کا صدر بنانا چاہتے تھے، اس موقعہ پر مفتی کفایت اللہؒ، مولانا محمد سجادؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ نے شدت کے ساتھ ان کوششوں کی مخالفت کی، ان حضرات کی ہمیشہ یہ رائے رہی کہ یہ علماء کی جماعت ہے، اس کے کلیدی عہدوں پر صرف علماء فائز ہو سکتے ہیں، حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کو اس کی بھاری

----حواشی--

165 ۔ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد–حیات وخدمات ص ۲۹۵ مضمون مولانا اسرار الحق قاسمی ۔ مولانا اسرار الحق صاحبؒ نے کسی وثیقہ وغیرہ کا حوالہ نہیں دیا ہے، لیکن جمعیۃ کے جس مؤقر منصب (ناظم اعلیٰ) پر وہ فائز رہ چکے تھے اس کے پیش نظر یہی امید ہے کہ اس مضمون کو لکھتے وقت ضرور کوئی دستاویزی چیز ان کے پیش نظر رہی ہوگی، اس لئے جماعتی معاملات میں ان کی روایت پر اعتماد کیا جانا چاہئے۔

قیمت بھی چکانی پڑی، ان کے بہت سے قریب ترین لوگ دشمن بن گئے، لیکن مولانا کے پائے استقامت میں فرق نہیں آیا[166]۔

ملک کی آزادی کے بعد

۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا، ہندستان کے حالات بدلے، اور جن امیدوں کے تحت مسلمانوں نے اس ملک کو آزاد کرایا تھا، وہ امیدیں پوری نہ ہو سکیں، مسلمانوں کے خلاف حالات اتنے خراب ہوئے، کہ انگریزوں کا دور بھی پیچھے رہ گیا، مولانا سجادؒ جیسے باعزیمت قائد (جن کو جمعیۃ کا دماغ بھی کہا جاتا تھا) ۱۹۴۰ء ہی میں انتقال کر چکے تھے، بالآخر جمعیۃ علماء نے تنگ آکر رخصت کا راستہ اختیار کر لیا، اور امور سیاست اور ملکی معاملات سے کلیتاً علٰحدگی کا اعلان کر دیا، دوسرے لفظوں میں وہ پہلی والی جمعیۃ علماء ہند مرحوم ہوگئی، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

----حواشی----

166 ۔مولانا ابو المحاسن محمد سجاد–حیات وخدمات ص ۱۳۶ مضمون مولانا شاہ محمد عثانی۔